حقیقتِ محمدیہ



تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

حقیقتِ محمدیہ
تصنیفِ لطیف
سلطان العاشقین خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

نام کتاب: **حقیقتِ محمدیہ**

تصنیفِ لطیف: سلطان العاشقین، خادم سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر: سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

بارِ اوّل: جنوری 2013ء

بارِ دوم: نومبر 2016ء

تعداد: 500

ISBN: 978-969-9795-51-0



سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
سلطان الفقر ہاؤس
4-5/A - ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: 042-35436600, 0322-4722766
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-arifeen.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

بصد عجز و نیاز و بکمالِ محبت و عقیدت

کتاب

حقیقتِ محمدیہ

کو

نُورِ مُجَسَّم، سِرِّ ھُو، حُسنِ مُجَسَّم، نورِ حق، باعثِ تخلیقِ کائنات،

آئینہ جمالِ کبریا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی بارگاہِ رحمت میں پیش کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ رحمت سے امید کامل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس عاجز کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول اور منظور فرمائیں گے اور یہ کتاب اس غلام کے لیے وسیلہ شفاعت ہو گی۔

فہرس

حدیثِ دِل

تمام حمد و ثنا اس ذات پاک کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے اور جس نے اپنی پہچان کے لیے میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی اور ہزاراں ہزار و بے شمار درود و سلام ہوں سیّد السادات' باعثِ تخلیقِ کائنات' نورِ مجسّم' سرِّ ھُو، آئینہ جمالِ کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر جن کا فرمان ہے کہ میری حقیقت میرے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کافی عرصہ سے خواہش تھی کہ سیرت النبی پر کوئی ایسی کتاب تحریر کی جائے کہ اس جیسی کوئی تصنیف پہلے تخلیق نہ ہوئی ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر اللہ پاک نے اتنا بلند فرما دیا ہے اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتنی کتب تحریر ہو چکی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری سیرت مبارکہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اب تک پوشیدہ رہ گیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مبارکہ اور حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ قلمبند ہو چکا ہے۔

کافی تفکر کے بعد یہ خیال آیا کہ کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کو بیان کیا جائے کیونکہ اس پُرفتن زمانہ میں حقیقتِ محمدیہ کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار گزرتا ہے اور اس پُرفتن دور میں حقیقتِ محمدیہ پر اُن گروہوں نے، جنہوں نے خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد انگریزوں کی زیرِ نگرانی پرورش پائی اور پھلے پھولے، اتنے پردے اور حجاب کھڑے کر دیئے ہیں کہ آج کی نوجوان نسل آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت سے بے خبر اور غافل ہے اور یہی امت کے زوال کا سبب ہے۔

اصل موضوع تو بابِ اوّل میں ہی بیان کر دیا گیا ہے باقی ابواب، بابِ اوّل کی شرح ہیں۔

اپنی اس کم مائیگی اور کوتاہی کا احساس بھی ہے کہ کتاب میں بیان کیے گئے موضوعات کا کما حقہ احاطہ نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک عاجز اور خطا کار کی گزارش ہے کہ اس مختصر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول اور منظور فرمائیں اور اس عاجز کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

غلامِ مصطفیٰ

سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

باب 1

حقیقتِ محمدیہ

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ احدیت (ھاھویت) سے نکل کر عالمِ کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی اور اس کے لیے تعینات میں نزول (ظہور) فرمایا۔

حدیثِ قدسی ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیثِ قدسی میں رسالہ روحی شریف میں یہ خوبصورت اضافہ فرمایا ہے:

ذاتِ سِرّ چشمۂ چشمانِ حقیقتِ ھَاھُوِیَّت

ترجمہ: (مجھے مکمل پہچانا انسانِ کامل نے) جو سرچشمہ ہے میری حقیقتِ ھاھویت (احدیت) کا۔

ذاتِ احد میں پہچان کا یہ جذبہ اور چاہت اس شدت سے ظہور پذیر ہوئی کہ اس نے عشق کی صورت اختیار کر لی۔ محبت میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو عشق بن جاتا ہے اور یہ عشق اور چاہے جانے کا جذبہ ہی تھا جس نے اللہ واحد کو گوشۂ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظہور پر مائل کیا اور پھر ذاتِ حق تعالیٰ نے اپنے ظہور اور پہچان کے لیے تعینات میں نزول فرمایا اور عشق کا بازار گرم کیا۔

حدیثِ قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ذاتِ سرِّ چشمۂ چشماں حقیقتِ ھَاھُوِیَّتْ کے الفاظ کے مطابق صوفیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کے نزول اور ظہور کے مراتب بیان فرمائے ہیں جنہیں ''تنزلاتِ ستہ'' کہا جاتا ہے اور جو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان بھی ہیں۔ ان مراتب کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔

احدیت (ھاھویت)

اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مرتبہ ''لاتعین'' بلکہ ''عدمِ تعین واطلاق'' کا مرتبہ ہے۔ یہ ''کُنْتُ'' (میں تھا) کا مقام ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بطون در بطون[1] ہے جسے سمجھنا کسی کے لیے ممکن نہیں کیونکہ یہاں وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (کوئی شے اس کی مثل نہیں) کی شان کے ساتھ موجود ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٍ (یعنی اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی)۔

اس مرتبہ میں نہ علمی تعین ہے اور نہ ہی کوئی خارجی تعین ہے۔ یہ مرتبہ جملہ اسماء وصفات' اشارہ وکنایہ سے منزّہ[2] اور مبرّا[3] ہے۔ یہ نہ کسی کمال کا ظہور ہے اور نہ اس کی کوئی تعریف کی جاسکتی ہے نہ کوئی معلومات اور شیونات[4] کا ظہور ہے۔ اسی لیے اس کو لاتعین' وجودِ مطلق' منقطع الوجدان[5]' ھاھویتِ حق' ذاتِ بحت[6] اور حقیقتِ حق' مرتبہ لاظہور اور مرتبہ عین الکافور[7] بھی کہتے ہیں۔ یہ سب نام صوفیاء کرام نے سمجھانے کے لیے رکھے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہی ذاتِ واجب

---

1 باطن در باطن۔ تہہ در تہہ۔ غیب در غیب 2 پاک 3 بری۔ بے عیب 4 شیون کی جمع۔ شیون ''شان'' اور ''شین'' (برائی) کے مجموعے کا نام ہے۔ یعنی نہ ابھی اللہ کی شانوں کا اظہار ہوا ہے نہ شیطان کی صفات ہیں۔ 5 یعنی اس مقام پر ہوش وحواس، عقل وفہم منقطع ہوجاتے ہیں 6 صرف، محض، خالص 7 کافور کی خوشبو کا عین۔ کافور وہ تیز ترین خوشبو ہے جس کی موجودگی میں دیگر خوشبویات ماند پڑ جاتی ہیں۔

الوجود باقی تمام مراتب کی عین اور حقیقت ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس پر علمِ قدیم بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔ مرتبہ احدیت ربّ تعالیٰ کی کُنہہ ہے۔ کسی وہم سے موہوم، کسی علم سے معلوم اور کسی صفت سے موصوف نہیں ہو سکتی۔ اس مرتبہ میں صفات تو درکنار خود ذات کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

❁ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسی مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس ذات پاک کی ماہیت کو سمجھنے کے لیے انتہائی سوچ بچار کرتے عقل کے ہزاروں ہزار وبے شمار قافلے سنگسار ہو گئے۔'' (رسالہ روحی شریف)

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مرتبہ کے بارے میں فرمایا:

تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں غور کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور مت کرو۔

یہ وہ بلند مرتبہ ذات ہے جہاں تک کسی کی عقل و علم، خیال و فکر کی رسائی نہیں ہے۔ محض سمجھانے کی خاطر یہاں ذاتِ حق تعالیٰ کو ''ھُو'' کہتے ہیں۔

وحدت (یاھُوت)

اللہ تعالیٰ نے جب احدیت سے نکل کر کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو تعینات میں نزول فرمایا۔ سب سے پہلا ''تعین'' تعینِ اوّل ہے اس کو ظہورِ اوّل بھی کہتے ہیں یہ مرتبہ ''کَنْزًا'' (خزانہ) ہے اور ذات کے اظہار کا پہلا مرتبہ ہے جہاں ''ذات'' نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوئی اور یہ نور ہی خزانہ ہے جو اپنا اظہار چاہتا ہے۔ یہاں ذات کا ظہور الذّات فی الذّات[1] ہے، یہاں ظہورُ الحقیقت فی الحقیقت[2] ہے اسے حقیقتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی کہتے ہیں یعنی نُورِ مطلق سے نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور۔

---

[1] ذات کا ظہور ذات ہی میں [2] حقیقت کا ظہور حقیقت میں

اللہ تعالیٰ نے جب احدیت (ھاھویت) سے نکل کر کثرت میں آنے کا ارادہ فرمایا تو وحدت (یاھوت) میں ظہور فرمایا اور ''میم'' احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ ''جان لے جب نورِ احدی نے وحدت کے گوشہ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی تجلی سے رونق بخشی اس کے حسنِ بے مثال اور شمعِ جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے اور میم احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اختیار کی۔'' (رسالہ روحی شریف)

❁ ''جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو اور اسے کوئی پہچاننے والا ہو) تو خود سے اسمِ ذات جدا کیا (خود کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا) اور اس سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا اور اپنے قدرتِ توحید کے آئینہ میں (نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) دیکھا تو نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر (نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں اپنے تعین پر) مشتاق، مائل و فریفتہ ہوا اور اپنی ہی بارگاہ سے ربّ الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا''۔ (عین الفقر)

مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ اور احادیثِ قدسی میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف واضح اشارہ ہے:۔

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

ترجمہ: حق تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

❁ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میری روح کو پیدا کیا۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

❁ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا کیا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے ''میں نے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا'' یا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔

1) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا
2) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا
3) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا
4) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا

ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جس کا نام نور اس لیے رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ظلماتِ جلالیہ سے بالکل پاک ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (پ6۔المائدہ 15) ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتابِ مبین'' اور عقل اس لیے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات تمام کلیات پر محیط ہے اور قلم اس لیے نام رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات علم کو منتقل کرنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ قلم عالمِ حروفات میں علم نقل کرنے کا ذریعہ ہے۔'' ان تمام سے مراد حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ (سرالاسرار)

اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کائنات میں کچھ نہ ہوتا جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:۔

❁ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ۔

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ظاہر نہ کرتا۔

❁ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

یہی نورِ محمد ﷺ ابتدا ہے تمام مخلوقات کی تخلیق کی اور تمام ارواحِ مومنین کی تخلیق بھی اسی نورِ محمد ﷺ سے ہوئی۔ اصل مومن وہ ہے جو عروج کرتا ہوا اپنی ابتدا یعنی نورِ محمدی ﷺ تک پہنچ جائے اور صاحبِ لولاک ہو جائے جیسا کہ مومنین کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

- اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں تمام مومن میرے نور سے ہیں۔

- اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن مجھ سے ہیں۔

اس مرتبہ میں ذات بطون سے ظہور کی طرف آ گئی یعنی صرافتِ ذاتی کو چھوڑ کر کثافت کی طرف توجہ کی۔ یہ ذات کا نزولِ اوّل یا ظہورِ اوّل ہے اور اسے ''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' اس لیے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت ''احد'' ہے۔ جیسا کہ احادیثِ نبوی ﷺ ہیں:-

- اَنَا اَحْمَدٌ بِلَا مِیْم

ترجمہ: میں میم کے بغیر احمد ہوں۔

- مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقّ

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اُس نے حقیقت میں حق تعالیٰ کو دیکھا۔

- لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

ترجمہ: میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں سما سکتا۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (الفتح-10)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) جو لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال۔17)

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ کنکریاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہیں۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء۔80)

ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یہ چند آیات اور احادیث ہیں جو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرتی ہیں ورنہ پورا قرآن حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ترجمان ہے۔

''تذکرہ غوثیہ'' جو کہ حضرت شاہ غوث قلندر قادری رحمتہ اللہ علیہ پانی پتی کے ملفوظات پر مشتمل کتاب ہے اس میں غوث علی شاہ قلندر قادری رحمتہ اللہ علیہ اس مرتبۂ وحدت کی حقیقت ایک روایت کے ذریعے بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس وحی لائے، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیلؑ تم جانتے ہو کہ وحی کہاں سے آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میری رسائی سدرۃ المنتہیٰ (جبروت) سے آگے نہیں۔ اس مقام پر ایک ندائے غیب وارد ہوتے ہی اس کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اب کی بار ندا ہو تو اسی پر پرواز شروع کرو اور دیکھو کہ یہ ندا کہاں سے آتی ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے ایسا ہی کیا اور ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود وہ ندا وحی کر رہے ہیں پھر حضرت جبرائیلؑ زمین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی جگہ پر موجود ہیں۔'' یہ روایت بیان کرنے کے بعد غوث علی شاہ قلندر قادری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے تئیں اِس عالم (ناسوت) اور اُس عالم (وحدت) میں دکھلا دیا بلکہ یہاں بھی موجود ہیں اور وہاں بھی۔

واحدیت (لاھُوت)

یہ مرتبہ سوم اور تعین دوم ہے اور مرتبہ ''مَخْفِیًا'' (چھپا ہوا) ہے۔ یہ مرتبہ لاھوت ہے جہاں تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں چھپا ہوا موجود تھا اور اظہار کے لیے بے قرار تھا۔ یہ مرتبہ عالمِ لاھوت لامکاں کا ہے اور ہر آلائش' حدث وشہادت اور کدورتِ کون وکثافتِ مکان سے پاک ہے' یہ محض بحرِ انوارِ غیب اور دنیائے اسرارِ لطیف ہے۔

اس مرتبہ کو حقیقتِ انسانیہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں سے انسان کی تفصیل شروع ہوتی ہے اس لیے یہاں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روحِ قدسی کی صورت میں ظاہر ہوا، یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی دراصل روحِ قدسی ہے اور روحِ قدسی ہی اصل ''انسان'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روحِ قدسی کو عالمِ لاھوت میں عمدہ اور احسن صورت میں تخلیق فرمایا۔ روحِ قدسی واحد ہے جس سے تمام ارواحِ مخلوقات کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے اس سے تمام انسانی ارواح کی تخلیق ہوئی۔ ان ارواحِ انسانی کو نزول کے دوران ہر عالم میں اس عالم کا لباس پہنا کر اتارا جاتا ہے۔ اصل روح، روحِ قدسی ہے۔

اب تک ہم نے جانا کہ اللہ پاک واحد، تنہا اور یکتا تھا۔ اس کی ذات میں اپنے ہی دیدار کی خواہش جاگی۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے ایک آئینہ درکار تھا۔ اس نے اپنی ہی ذات سے اپنا ہی آئینہ تخلیق کیا کیونکہ جیسا وہ خود پاک، لطیف اور شفاف ہے ویسا ہی اس کا آئینہ ہونا چاہیے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا وجود اللہ کا آئینہ نہیں بن سکتا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ جیسا پاک، شفاف اور لطیف ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ اور اس کا آئینہ دو وجود نہ تھے جیسا کہ عموماً ٹھوس اشیاء میں ہوتا ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے تو وہ دو وجود بن جاتے ہیں۔ اللہ ٹھوس نہیں بلکہ لطیف ہے۔ سمجھانے کے لیے اس کی مثال روشنی سے دی جاسکتی ہے جس کے ٹکڑے نہیں ہوسکتے یا علم

سے دی جا سکتی ہے جو اگر ایک وجود سے دوسرے وجود میں منتقل ہو بھی جائے تو پہلے وجود میں بھی اپنی اصل حالت میں برقرار رہتا ہے اور دوسرے وجود میں بھی۔ ظاہری وجود اگر دو ہو گئے تو بھی علم کی صورت اور حالت ایک ہی رہے گی۔ اللہ ٹھوس وجود نہیں ذات ہے، علم ہے، نور ہے چنانچہ بٹ نہیں سکتا، تقسیم نہیں ہو سکتا جیسا کہ خوشبو تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اپنے آئینے میں خود کو ملاحظہ کر کے اللہ اپنے حُسن پر فریفتہ ہوا اور اس کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اس کا نام 'محمدؐ' رکھا۔ اللہ کی یہی ذات جو آئینۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ظاہر ہوئی ''اللہ کی روح'' یا روحِ قدسی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

❁ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر۔29)

ترجمہ: پھر میں نے اس (آدم) میں ''اپنی روح'' پھونکی۔

❁ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط (المجادلہ۔22)

ترجمہ: ان کی مدد ''اپنی روح'' سے کی۔

اس نورِ محمد کو ہی اللہ کی روح کہنا حق ہے کہ روح ذات سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوتی اور نورِ محمد نورِ الٰہی سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں۔ اس نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینے میں ذاتِ الٰہی کی تمام صفات آئیں۔ اللہ، جو کائنات کی ہر شے کی ہر صفت کا منبع، مصدر اور سرچشمہ ہے، سے علم، عقل، حیات، سمع، بصر، کرم، لطف، خیر غرضیکہ ہر صفت اس روحِ محمد میں منتقل ہوئی اور اس روح میں یہ تمام صفات اپنی کامل ترین صورت میں جلوہ گر ہو گئیں۔ پس اصل روح یہی روحِ محمد ہے۔ یہی روحِ قدسی ہے، یہی تمام ارواح کا مادہ ہے، یہی علمِ کل ہے، عقلِ کل ہے، نورِ کل ہے۔

پس اللہ کی اوّل تخلیق روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اللہ سے بلاواسطہ تخلیق ہونے اور اس کا آئینہ ہونے کی وجہ سے اس کی تمام صفاتِ علم و عقل، سمع و بصر، حیات وغیرہ کی کامل صورت ہے۔ تمام ظلماتِ جلالیہ سے پاک ہونے کے باعث یہ روحِ قدسی ہے۔ روحِ قدسی واحد ہے اور ناقابلِ تقسیم ہے جیسے علم، روشنی یا خوشبو ناقابلِ تقسیم ہیں البتہ پھیلتے ہیں۔ یہی روحِ قدسی ہر

مخلوق کے باطنی وجود کی بنیاد ہے۔ اس نور یا روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کائنات کی ہر شے کے ظاہری جسمانی وجود کے اندر باطنی وجود کے طور پر موجودگی کی بنا پر کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے جیسا کہ اللہ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:

۞ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ (بنی اسرائیل۔44)

ترجمہ: ساتوں آسمانوں اور زمین اور وہ سارے موجودات جو اِن میں ہیں، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور (جملہ کائنات میں) کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں“۔ یعنی کائنات کی ہر شے میں موجود اس نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی کا شعور نہیں جو ہر وقت اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے۔

روحِ قدسی کے لیے فنا یا موت نہیں، اللہ کی صفات سے متصف ہونے کے باعث اسے بقا حاصل ہے، اس روحِ قدسی کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں یعنی یہ ہمیشہ اپنی ایک ہی پاک منزہ حالت میں رہتی ہے۔ پس روحِ قدسی ہر انسان کی روح کی اصل اور بنیاد ہے اور ہر انسان میں موجود ہے۔ یہ انسان کے قلب میں موتی کی طرح پوشیدہ رہتی ہے اور صرف ان پر ظاہر ہوتی ہے جو اس تک پہنچنے کی اور اسے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیدار و قربِ الٰہی صرف اسی روحِ قدسی کو حاصل ہے اس لیے اس کو پالینا یا اس تک پہنچ جانا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ جو اس تک پہنچ گیا وہ اپنی ابتدا یعنی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور وحدت تک پہنچ گیا۔ یہ روحِ قدسی واحد ہے اور توحید کی اصل صورت ہے۔ اس تک پہنچنا توحید کی حقیقت کو پانا ہے۔ روحِ قدسی کا مقام ”عالمِ لاھُوت“ ہے۔

اس روح میں تمام صفاتِ الٰہیہ و محمدیہ کے ساتھ ساتھ تمام عالموں اور مخلوقات کا علم بھی موجود ہے اور ذاتِ حق تعالیٰ کا مکمل علم بھی موجود ہے کیونکہ قرب میں اس سے بڑھ کر اور کوئی اللہ کے قریب نہیں۔ چنانچہ اس کا علم، علمِ کُل اور علمِ حقیقت ہے۔ اس لحاظ سے اس کی عقل بھی عقلِ کُل ہے۔

روحِ قدسی چونکہ صورتِ الٰہی یا آئینہ الٰہی ہے اس لیے غیر مخلوق ہے لیکن اسی روح سے انسان

کی مخلوق روح بھی تخلیق ہوئی۔حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جاننا چاہیے کہ محسوسات کی ہر شے کی ایک مخلوق روح بھی ہے جس کے ساتھ اس شے کی صورت قائم ہے۔ روح اس شے کے لیے ایسی ہے جیسے لفظ کے لیے معنی۔ پھر اس مخلوق روح کے لیے ایک روحِ الٰہی ہے جس کے ساتھ وہ روح قائم ہے اور وہ روحِ الٰہی روحِ قدسی ہے۔'' (انسانِ کامل)

روحِ قدسی ہی وہ روح ہے جسے بطورِ امانت اللہ تعالیٰ نے انسان کو سونپا جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں اللہ فرماتا ہے:

❁ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (پ22۔الاحزاب72)

ترجمہ: ''اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی لیکن سب نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا البتہ انسان نے اسے اُٹھا لیا بے شک وہ بہت ظالم اور جاہل ہے۔''

سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روحِ قدسی اپنی اصل اور مکمل اتم صورت میں صرف انسان میں موجود ہے کیونکہ دیگر مخلوقات میں اس کی کامل صورت اپنانے کی قوت ہی نہ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ رسالۃ الغوثیہ میں سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے فرماتا ہے:

''میں کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا انسان میں''۔ چنانچہ روحِ قدسی تمام مخلوقات سے اشرف ہے۔ روحِ قدسی تمام مخلوقات کی ارواح کا مادہ یا جوہر تو ہے لیکن اپنی اتم اور مکمل صورت میں موجود اور ظاہر صرف انسان میں ہوئی، اس لیے انسان اللہ کا خلیفہ، نائب اور مظہر کہلایا۔ روحِ قدسی کا مقام عالمِ لاھوت ہے اور انسان کی تخلیق بھی عالمِ لاھوت میں اللہ تعالیٰ نے خود کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں (جلال اور جمال) سے پیدا کیا۔'' یہی عالمِ لاھوت انسان کا وطن اصلی ہے اور یہاں تک پہنچنا ہی انسانی عروج ہے اور یہاں تک پہنچنے کی غذا (رزق اور قوت) ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔

اقبالؒ فرماتے ہیں:

اے طائرِ لاھوتی اُس رزق سے موت اچھی   جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

رزق سے یہاں مراد روح کا رزق ہے نہ کہ جسم کا اور طائرِ لاھوتی سے مراد انسان ہے۔ روح کا اصل رزق ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے جو ایک مومن کی روح کو عالمِ ناسوت کی قید سے نکال کر عالمِ لاھوت لامکان تک لے جاتا ہے اور اللہ کے قرب و دیدار سے مشرف کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو ذکر، ورد و وظائف اور عبادات انسانی روح کو اس کے جسم کی قید سے رہائی دلانے کی قوت نہیں رکھتے وہ بے فائدہ ہیں۔ انہی کے متعلق علامہ اقبالؒ فرما رہے ہیں ''اس رزق سے موت اچھی'' کیونکہ وہ روح کے طائر کو پرواز کی قوت عطا نہیں کرتے۔

عالمِ ارواح (جبروت)

مرتبہ چہارم تعینِ سوم ہے اور مرتبہ ''فَاَحْبَبْتُ'' (پس میں نے چاہا) ہے۔ اس مرتبہ کو عالمِ ارواح یا جبروت کہتے ہیں۔ روحِ قدسی جو غیر مخلوق نورِ الٰہی، نورِ محمدی ہے، اس غیر مخلوق روحِ قدسی کو جبروتی لباس یعنی روحِ سلطانی پہنا کر عالمِ جبروت میں اتارا گیا اور روحِ سلطانی کے پردے یا لباس نے روحِ قدسی کو خود میں چھپا لیا جیسے درخت تخلیق بھی بیج سے ہوتا ہے اور بیج کو اپنے اندر چھپائے بھی رکھتا ہے۔ روحِ سلطانی روحِ قدسی کا پہلا لباس ہے۔

اسی مقام پر فرشتوں کی تخلیق بھی روحِ قدسی سے ہوئی۔ عالمِ جبروت میں انسان کی روح کی تمام صفات، احوال اور افعال وہی ہیں جو فرشتوں کے ہیں اور اسکی نورانیت بھی ویسی ہے۔

عالمِ ارواح الُوہیت کی تفصیل ہے اور اس کے اسماء و صفات کا مرتبہ ہے۔ روحِ سلطانی ہر مادے سے مجرد اور منفرد ہے اور اجسام کے عوارض[1]، الوان[2] اور اشکال سے پاک ہے۔ قابلِ

---

[1] نقائص، خامیاں [2] بہت سے رنگ اور قسمیں

ادراک خود اور غیر خود ہے۔ یہ روح ایک وجودِ بسیط ہے جس کی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتی ہے نمودار ہو جاتی ہے اس لیے فرشتے جس صورت میں چاہتے ہیں نمودار ہو جاتے ہیں اور یہ معنی ہر صورت میں ظاہر ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ذات ہے جس میں ذات ''روحِ سلطانی'' کے نام سے موسوم ہے۔

جبروت عربی میں جوڑنے اور ملانے کو بھی کہتے ہیں یہ مرتبہ مراتبِ الٰہیہ' مراتبِ حقّی یا عالمِ امر یا حقائقِ الٰہیہ (احدیت' وحدت' واحدیت) اور مراتبِ کونیہ[1] مراتب خلقی یا عالمِ خلق (جبروت' ملکوت اور ناسوت) کے درمیان بمنزلہ پُل' سیڑھی اور واسطے کے ہے اس لیے اس مقام کو جبروت کہتے ہیں۔ یہی مقامِ جبرائیل علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان وسیلہ رہے ہیں اور عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان تعلق جوڑنے پر معمور ہیں۔ یہ مقام عالمِ غیب اور عالمِ کثیف کے درمیان گویا ایک برزخ (پردہ) اور سیڑھی کے ہے۔

عالمِ مثال (ملکوت)

پانچواں مرتبہ تعین چہارم' مرتبہ ''اَنْ اُعْرَفَ'' (میں پہچانا جاؤں) ہے۔ یہ مرتبہ ملکوت ہے جہاں روحِ سلطانی نے خود کو روحِ نورانی کے لباس میں مخفی کیا اور مثالی صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ اس مرتبہ سے قبل ذاتِ حق تعالیٰ پوشیدہ تھی اس کو پہچاننا ناممکن تھا۔ مرتبہ احدیت، وحدت اور واحدیت میں اللہ تعالیٰ باطن میں تھا اور اظہار کے عمل سے گزر رہا تھا لیکن عالمِ مثال یا عالمِ ملکوت اللہ تعالیٰ کی پہچان یا ظاہر ہونے کا ابتدائی مرتبہ ہے۔ روح میں جو کچھ مستور (چھپا ہوا) تھا عالمِ مثال میں اس کا ظہور مثالی صورتوں میں ہوا۔ عالمِ مثال میں خالی صورتیں ہوتی ہیں اس عالم کی مثال

---

[1] کن سے تخلیق کی گئی مخلوقات

سایہ ہے جو نظر تو آتا ہے مگر پکڑنے سے پکڑا نہیں جاتا۔ یہ عالمِ مثال (عالمِ ملکوت) اشیائے کونیہ مرکبہ لطیف ہے یعنی وہ اشیاء جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور پھٹنے جڑنے کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ اہلِ اللہ کو کشف ہمیشہ عالمِ مثال میں ہوتا ہے اور سچے خواب بھی اسی مقام میں واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ عالمِ مثال برزخ ہے عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان۔ لہٰذا اس عالمِ مثال میں صورت آ گئی مگر ابھی کثافت نہیں آئی۔

حیوانات، نباتات اور جمادات کی ارواح کو یہاں عالمِ ملکوت میں تخلیق کیا گیا۔



عالمِ اجسام (ناسوت)

یہ مرتبہ ''فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ'' (پس میں نے مخلوق کو خلق کیا) ہے۔ مرتبہ ششم اور تعین پنجم پر مثالی صورتوں نے اجسام حاصل کیے اور مخلوق کے مختلف جسم ظاہر ہوئے۔ اور ان اجسام میں ذات، روحِ نورانی پر روحِ جسمانی یا حیوانی کا پرت ڈال کر عنصری جسمانی صورت میں مخلوق میں ظاہر ہوگئی یوں اللہ تعالیٰ عالمِ احدیت سے نزول کر کے عالمِ ناسوت میں ظاہر ہوگیا۔

یاد رکھیں اجسام کا یہ عالمِ عرش سے فرش تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے عالمِ ناسوت کہتے ہیں۔ اس سے مراد اشیاء کونیہ کثیفہ ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور جدا جدا ہونے کو قبول کرتی ہیں اور پکڑی جا سکتی ہیں۔ حق تعالیٰ مرتبہ احدیت سے تنزل فرماتے ہوئے عالمِ اجسام میں آ گیا لیکن یہ مت سمجھیں کہ یہاں آ گیا تو وہاں نہیں بلکہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی۔



انسان

ساتواں مرتبہ تعین ششم ہے جو تمام مراتب کا جامع ہے جس میں اللہ تعالیٰ کامل طور پر دیگر

مخلوقات کی نسبت عالمِ ناسوت میں انسان کی بشری صورت میں روحِ جسمانی کے پرتو میں ظاہر ہوا۔ یعنی حق تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روحِ قدسی، روحِ قدسی سے روحِ سلطانی، روحِ سلطانی سے روحِ روحانی اور روحِ روحانی سے روحِ جسمانی کی صورت میں انسان یعنی بشر میں ظہور فرمایا لیکن وہ انسان جس میں یہ ظہور کامل مکمل اور اُتم ہوا وہ ''ذَاتِ سَرِّ چَشْمَۂ چَشْمَانِ حَقِیْقَتِ ھَاھُوِیَتْ'' (میری پہچان اور ظہور مکمل ہوا انسانِ کامل میں جو سرچشمہ ہے میری حقیقتِ ھاھویتِ احدیت کا) ہے اور انسانِ کامل سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے اور ان تمام مراتب کے مظہرِ اُتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

یہ مرتبہ تمام مراتب کا جامع ہے جو قِدم میں قدیم[1] اور حدوث میں حادث[2] ہے اور یہ ذاتِ حق کی آخری تجلّی ہے جو مسجودِ ملائکہ بنی۔

اللہ تعالیٰ نے ذات یعنی ''احدیت'' سے ''وحدت'' میں، وحدت سے ''واحدیت'' میں، واحدیت سے ''جبروت'' میں، جبروت سے ''ملکوت'' میں اور ملکوت سے ''ناسوت'' میں نزول فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر شے میں ظہور فرما کر کائنات کو قائم کیا ہوا ہے۔ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی ہر شے معدوم ہے۔ اسی کو ''وحدت الوجود'' کہتے ہیں اور یہی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطًا ۝ (پ5۔ سورہ النساء 126)

  ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔

- اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ (پ25۔ حٰم السجدہ 54)

  ترجمہ: یاد رکھ بے شک اس (اللہ تعالیٰ) کا ہر شے پر احاطہ ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی وحدت الوجود پر اوّلین اور شاہکار تصنیف ''مرآۃ

---

[1] صوفیا کی اصطلاح میں قدیم سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ ہے جو ازل سے موجود ہے [2] حادث سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو پہلے موجود نہ تھیں پھر انہیں پیدا کیا گیا۔

العارفین'' جو آپ رضی اللہ عنہٗ نے اپنے بیٹے امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کے سورۃ فاتحہ کی شرح کے متعلق سوال کے جواب میں لکھی، اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ سورۃ فاتحہ کی شرح کے بیان کے ساتھ ساتھ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بیان فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

۞ وَ كَيْفَ يَقُوْلُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى آلٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلْاَلِفُ يُشَارُ بِهٖ اِلَى الْاَحَدِيَّةِ الذَّاتِيَّةِ اَيِ الْحَقِ مِنْ حَيْثُ هُوَ اَوَّلُ الْاَشْيَآءِ فِيْ اَزَلِ الْاٰزَالِ وَاللَّامُ يُشَارُ بِهٖ اِلَى الْوُجُوْدِ الْمُنْبَسِطِ عَلَى الْاَعْيَانِ فَاِنَّ اللَّامَ لَهٗ قَآئِمَةٌ وَّ هِيَ الْاَلِفُ وَلَهٗ ذَيْلٌ وَهِيَ دَآئِرَةُ النُّوْنِ. وَالنُّوْنُ عِبَارَةٌ عَنْ دَآئِرَةِ الْكَوْنِ فَاِتِّصَالُ الْقَآئِمَةِ بِالذَّيْلِ دَلِيْلُ انْبِسَطِ الْوُجُوْدِ عَلَى الْكَوْنِ الْجَامِعِ. وَالْمِيْمُ يُشَارُ بِهٖ اِلَى الْكَوْنِ الْجَامِعِ وَهُوَ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ فَالْحَقُّ وَالْعَالَمُ وَالْاِنْسَانُ الْكَامِلُ كِتَابٌ لَّارَيْبَ فِيْهِ

ترجمہ: اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کیسے فرماتا ہے کہ آلمٓ۔ یہ (وہ) کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ (آلمٓ کے) الف سے مراد احدیتِ ذاتِ حق تعالیٰ ہے یعنی حق تعالیٰ کی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ازل الازال (یعنی وقت کی ابتدا) سے بھی ہر شے کا اوّل ہے اور 'ل' اس وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اعیان[1] پر منبسط[2] ہے اس لئے کہ 'ل' کا ایک قائمہ 'ا' ہے اور ایک ذیل ہے جو دائرہ 'ں' ہے۔ 'ں' سے مراد دائرہ کون (عالم) ہے۔ پس قائمہ (ا) کا ذیل (ں) سے جڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ ''وجود'' ''کونِ جامع'' پر منبسط ہے۔ میم سے تمام عالموں (کون و مکاں) کے جامع یعنی انسانِ کامل کی طرف اشارہ ہے پس حق اور عالم اور انسانِ کامل ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ انسانِ کامل ہیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہٗ پر وہ علم بھی عیاں ہے جو عام انسانوں سے مخفی ہے۔ قرآن کریم میں کئی سورتوں کے آغاز میں موجود حروفِ مقطعات کو علماء و

1۔ عین کی جمع۔ یعنی موجودات کے وجود جو عین اللہ کی ذات ہیں 2۔ پھیلا ہوا

مفسرین حروفِ متشابہات قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے متعلق غور و فکر کرنے سے منع کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ان الفاظ کا حقیقی علم صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہے۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ اپنے علمِ حقیقی کی بنا پر سورۃ البقرہ کے ابتدائی الفاظ ''الٓمٓ'' کی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ الف 'ا' سے واضح طور پر اور بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے جو ہر اول کا اول، ازل کا ازل، احد، یکتا، ابتداء، انتہاء، الٰہ اور ہر ابد کا ابد ہے۔ ''الٓمٓ'' کے **الف** سے مراد ''مقامِ احدیت'' ہے جہاں ابھی مخلوقاتِ عالم کا ظہور نہیں ہوا اور ان کا علمی وجود یعنی اعیان ثابتہ[1] ابھی ذاتِ حق تعالیٰ میں ہی مخفی ہیں۔ یوں وہ ذات ہر شے کا اول ہے۔ چونکہ ابھی ''وقت'' کا بھی آغاز نہیں ہوا اور ''ازل'' ہر شے کے وجود، خواہ وہ علمی وجود ہی کیوں نہ ہو، کے آغاز کے وقت کا نام ہے، اس لئے اللہ ہر ازل کا ازل ہے۔ پس وہ الف یعنی آغاز، ابتدا اور اول ہے۔ حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''انسانِ کامل'' میں احدیت کا مفہوم اس مثال کے ذریعے واضح کرتے ہیں: ''احدیت'' کی مثال اس دیوار کی سی ہے جسے کوئی دور سے دیکھے۔ وہ دیوار مٹی، اینٹ، چونا اور لکڑی سے بنائی گئی ہو لیکن دیکھنے والا ان چیزوں میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتا وہ صرف دیوار کو دیکھتا ہے۔ پس احدیت تو یہ دیوار ہے جو مٹی، چونے اور ریت کا مجموعہ ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ان سب چیزوں کا مجموعہ ہے بلکہ ''دیوار'' اس کی ایک خاص ہیئت (صورت) کا نام ہے۔'' ورنہ اینٹ، چونے اور ریت کے مجموعے کو اگر دیوار کی صورت دینے کی بجائے کوئی اور صورت دے دی جائے تو وہ دیوار نہ کہلائے گی۔

احدیت ذاتِ حق تعالیٰ کی الوہیت ہے جس کی مثال کسی بھی شے سے نہیں دی جا سکتی۔ اگرچہ اس میں تمام خلق اور کُن سے تخلیق کی گئی ہر شے کا علمی وجود موجود ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ وہ ہر شے کا اول ہے لیکن یہ اس کی احدیت کی وجہ نہیں ہے۔ اگر وہ عالموں کو تخلیق کرنے کا ارادہ نہ کرتا اور اس کی ذات میں اشیاءِ عالم کا علمی وجود تخلیق نہ ہوتا تو بھی اس کی احدیت اور الوہیت

---

[1] مخلوقاتِ عالم کے مادی جسمانی وجود ظاہر ہونے سے قبل ان کی جو صورت علمِ الٰہی میں تھی یعنی مخلوقات کے علمی وجود

یوں ہی ہوتی۔ اس کا وجود لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ موجود ہوتا۔ لیکن اللہ نے مخلوق کو تخلیق کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ تخلیق کے اس عمل کے آغاز سے قبل کی حالت یا مقام ''احدیت'' کے نام سے موسوم ہے جو تمام عالموں، اشیاء، مخلوقات کا جامع مقام بھی ہے اور اس سے بلند اور بالاتر بھی ہے۔

''الٓمٓ'' میں موجود ''ل'' کے متعلق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ 'ل' دو مقامات کا جامع یا دو مقامات کے درمیان پُل کی طرح ہے۔ 'ل' کی ظاہری صورت 'ل' دو حروف 'ا' اور 'ں' کو ملا کر بنتی ہے۔ 'ا' پہلے اوپر لکھا جاتا ہے اور 'ں' 'ا' کے آخر میں جوڑ دیا جاتا ہے تو 'ل' بن جاتا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں حضرت امام حسینؓ 'ا' کو قائمہ اور 'ں' کو ذیل فرما رہے ہیں جو آپس میں جڑ کر 'ل' بناتے ہیں۔ 'ا' سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ ہی ہے اور 'ں' سے مراد وجودِ عالم کا دائرہ ہے جس نے ذاتِ حق تعالیٰ سے وجود پایا اور یہ 'ا' سے ہمہ وقت متصل (جڑی) رہتی ہے۔ 'ا' سے مراد حقائقِ الٰہیہ اور 'ں' سے مراد حقائقِ کونیہ یعنی کُن سے تخلیق کردہ تمام اشیاء کے حقائق ہیں۔ 'ا' اپنے مقامِ تنزل پر 'ں' سے جڑا تو 'ل' تخلیق ہوا یعنی الف (اللہ) نے نزول کرتے ہوئے 'ں' کی صورت میں عالم کو تخلیق کیا۔ 'ا' سے 'ں' میں نزول کی یہ صورت اس قدر جامع ہے کہ جب مکمل ہو کر 'ل' کی صورت اختیار کرتی ہے تو کوئی بھی اسے 'ا' اور 'ں' کا مل کر 'ل' کی صورت بنانا نہیں سمجھتا بلکہ دیکھنے والے کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ 'ل' ایک ہی حرف ہے اور 'ا' اور 'ں' سے مل کر نہیں بنا۔ بالکل یہی صورتحال عالم کی ہے کہ اگرچہ وہ 'ا' اللہ کا 'ں' عالم کی صورت میں نزول اور ظہور ہے لیکن یہ اس قدر جامع ہے کہ اس کی اصل حقیقت سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے اور وہ عالم کو صرف عالم ہی سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھ پاتے کہ یہ اللہ کا نزول اور ظہور ہے۔ اگر 'ل' کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھ کر اسے چھپا دیں تو صرف 'ا' دکھائی دے گا۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہے جن کی نظروں سے عالم اور اس کی مخلوق اوجھل ہے اور صرف اللہ انہیں دکھائی دیتا ہے یعنی مجذوب۔ اور اگر 'ل' کے اوپر والے حصے پر ہاتھ رکھ دیں تو صرف 'ں' دکھائی دے گا۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہے جنہیں صرف عالم دکھائی دیتا ہے اور اللہ ان کی نظروں سے اوجھل

ہے۔ عالم اور اس کی ہر شے اللہ کے اظہار کا ذریعہ ہے اس لیے بہت اہم ہے۔ یہ عالم نہ ہوتا تو اللہ کا اظہار کیسے ہوتا اس لیے 'ل' میں موجود 'ں' بھی اہم ہے کہ اس کے بغیر 'ا' کے اظہار کی تکمیل نہ ہوتی۔ یوں نہ 'ا' کے بغیر 'ں' کا کوئی وجود ہوتا اور نہ 'ں' کے بغیر 'ا' کا اظہار ہوتا۔ اس لیے 'ل' کے دونوں حصے برابر اہم ہیں۔ ان دونوں کو ان کی اصل حقیقت سمجھ کر دیکھنے سے ہی 'ل' یعنی 'ا' اللہ اور 'ں' عالم کی سمجھ آسکتی ہے۔

''الٓمٓ'' کے 'م' سے مراد انسانِ کامل' ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جس میں 'ا' کے تمام حقائق یعنی حقائقِ الٰہیہ اور 'ں' کے تمام حقائق یعنی حقائقِ کونیہ جمع ہیں۔ اللہ نے 'ا' یعنی احدیت سے 'ل' یعنی عالم میں نزول کے تمام مراتب طے کیے جن کی انتہائی صورت 'م' محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے۔ 'ل' عالم امر اور عالم خلق کا جامع ہے جس میں 'ا' عالمِ امر یعنی باطنی وجود کی طرف اشارہ ہے۔ اور ''ں'' عالمِ خلق یعنی اشیاء کے ظاہری جسموں کی طرف اشارہ ہے اور ہر شے کا پورا وجود ''ا'' اور ''ں'' کو ملا کر یعنی ظاہر اور باطن کو ملا کر بنتا ہے یوں ''ل'' ہر شے کے ظاہری و باطنی وجود کی طرف اشارہ ہے۔ 'ل' میں 'ا' پہلے اور 'ں' کا دائرہ بعد میں ہے جبکہ 'م' میں دائرہ اوپر اور 'ا' نیچے کی طرف ہے جس میں اشارہ یہ ہے کہ 'ل' یعنی عالم کی ابتدا 'ا' اللہ ہے جبکہ 'م' محمد کی انتہا 'ا' اللہ کی ذات ہے۔ 'ل' کا 'ں' عالم کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن یہاں عالم کا دائرہ نامکمل حالت 'ں' میں ہے جبکہ 'م' کے اوپر بنا دائرہ مکمل 'O' حالت میں ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود کا دائرہ انسانِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں آکر مکمل ہوتا ہے۔ اس کے بغیر عالم کا 'ں' ادھورا اور نامکمل ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عالم میں ہر وقت ایک انسانِ کامل موجود ہے جو قدمِ محمد ﷺ پر ہے۔ اس کی موجودگی کی وجہ سے ہی کائنات کا دائرہ موجود ہے۔ وہ نہ ہو تو کائنات کا توازن قائم نہ رہے اور یہ تمام نظام بے توازن ہو کر درہم برہم ہو جائے۔ وجود کی قوسین (ایک ظاہری وجود کی قوس اور دوسری باطنی وجود کی قوس) ذاتِ محمد ﷺ میں آکر مل جاتی ہیں اور وجود کا دائرہ مکمل ہوتا ہے اور پھر یہ ذات احدیت یعنی 'ا' کی طرف لوٹ

جاتی ہے یوں ''الٓمٓ'' کی ابتدا بھی قائمہ 'ا' ہے اور انتہا میں 'م' کے نچلے حصے میں بھی قائمہ 'ا' موجود ہے یوں ابتدا بھی 'ا' اللہ اور انتہا بھی 'ا' اللہ۔ ا ل م کے ابتدائی 'ا' سے انتہائی 'ا' کے درمیان موجود 'م' کا اوپر والا دائرہ ایک مکمل جامع صورت ہے۔ یعنی ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی 'ا' اور 'ل' کے تمام حقائق کا جامع ہے۔ پس یوں ا، ل اور م وجود کے دائرے کی کتاب ہے جس کی ابتدا 'ا' یعنی ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور جس کی انتہا ذاتِ انسانِ کامل 'م' ہے جس میں آکر ظہورِ ذات کے تمام مراتب مکمل ہو گئے اور یہ بات ہر شبے سے بالاتر ہے کہ انسانِ کامل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نہ صرف ذاتِ حق تعالیٰ مکمل طور پر جلوہ گر ہے بلکہ تمام عالم بھی انہی کی ذات میں جمع اور موجود ہیں۔

مرآۃ العارفین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ مزید فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ النُّقْطَةُ الْبَآئِيَّةُ اِشَارَةٌ اِلَى النُّقْطَةِ الْوَجُوْدِيَّةِ وَ بَآءُ الْبِسْمِلَّةِ اِشَارَةٌ اِلٰى اُمِّ الْكِتَابِ الثَّانِيْ وَهُوَ الْقَلَمُ وَ لَارَيْبَ اَنَّهٗ كَانَ فِيْهِ مُنْدَرَجًا وَالْبِسْمِلَّةُ اِشَارَةٌ اِلٰى اُمِّ الْكِتَابِ الثَّالِثِ وَهُوَ الْعَرْشُ وَلَا شَكَّ اَنَّ الْعَرْشَ كَانَ مُنْدَرَجًا فِى الْعَقْلِ الَّذِيْ هُوَ الْقَلَمُ وَالْفَاتِحَةُ اِشَارَةٌ اِلَى الْكِتَابِ الْجَامِعِ وَ هُوَ الْاِنْسَانُ وَ لَا شَكَّ اِنَّ الْاِنْسَانَ قَبْلَ ظُهُوْرِهٖ كَانَ مُنْدَرَجًا فِيْ جَمِيْعِ الْمَرَاتِبِ كَانْدِرَاجِ الْكُلِّ فِيْهِ بَعْدَ ظُهُوْرِهٖ وَ اِنْبِسَاطُ النُّقْطَةِ فِيْ ذَاتِهَا اِشَارَةٌ اِلَى الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ الْاَوَّلِ وَاِنْبِسَاطُ الْبَآءِ بِالسِّيْنِ اِشَارَةٌ اِلَى الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ الثَّانِيْ وَتَفْصِيْلُ حُرُوْفِ الْبِسْمِلَّةِ وَتَدَاخُلُ بَعْضِهَا فِى الْبَعْضِ اِشَارَةٌ اِلَى الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ الثَّالِثِ وَ تَكْرَارُ مَا فِى الْبِسْمِلَّةِ فِى الْفَاتِحَةِ وَتُضَاهِيْ بَعْضُهَا لِلْبَعْضِ اِشَارَةٌ اِلَى الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ الرَّابِعِ وَجَمِيْعُ الْقُرْاٰنِ مِنَ الْفَاتِحَةِ اِشَارَةٌ اِلٰى مَرَاتِبِ الْعَالَمِ وَاَجْزَآئِهَا فَافْهَمْ۔

ترجمہ: پس اس باء کے نقطہ سے مراد وجود کا نقطہ ہے اور بسم اللہ کے باء سے مراد دوسری اُم الکتاب ہے اور وہ قلم ہے اور بے شک وہ (یعنی قلم) نقطہ وجودیہ میں مندرج ہے (درج کی گئی ہے، داخل ہے) اور بسم اللہ سے مراد تیسری اُم الکتاب ہے اور وہ عرش ہے اور بے شک عرش اس عقل میں

مندرج ہے جس کو قلم کہتے ہیں اور فاتحہ کتاب جامع یعنی انسانِ کامل کی طرف اشارہ ہے اور بے شک انسان اپنے ظہور سے قبل ان تمام مراتب میں اسی طرح مندرج تھا جیسے تمام مراتب بعد ظہور انسان میں مندرج ہیں۔ اور نقطہ کی اپنی ذات میں فراخی کتابِ مبین اوّل کی طرف اشارہ ہے اور باء کی سین کے ساتھ فراخی دوسری کتابِ مبین کی طرف اشارہ ہے اور بسم اللہ کے حروف کی تفصیل اور بعض کا اس کے بعض میں داخل ہونا تیسری کتابِ مبین کی طرف اشارہ ہے۔ اور بسم اللہ میں اور فاتحہ میں اس کی تکرار اور بعض کا بعض سے مشابہ ہونا چوتھی کتابِ مبین کی طرف اشارہ ہے۔ اور تمام قرآن کا فاتحہ میں جمع ہونا تمام مراتبِ عالم اور اس کے اجزاء کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس سب کو سمجھ۔

انسان کا وجود مرتبۂ وحدت (عالمِ یاھوت) میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقطے سے دراز یا فراخ ہو کر عالمِ لاھوت، جبروت، ملکوت کے مراتب طے کرتے ہوئے عالمِ ناسوت میں مکمل ہوا اور یہ چاروں مراتب پھر اسی کے وجود میں پوشیدہ ہو گئے جس طرح بیج مختلف مراحل طے کرتے ہوئے درخت کی صورت میں مکمل ہوتا ہے اور پھر اسی درخت کے پھل میں یہ بیج پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ یاھوت، لاھوت، جبروت اور ملکوت میں سے ہر ایک کے لیے ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ جو مقام ایک مرتبہ کی انتہا ہے وہ اس سے اگلے مرتبے کے لیے ابتدا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ ہر مرتبے کی ابتدا کو اُم الکتاب کے نام سے موسوم کر رہے ہیں۔ اُم سے مراد ''ماں'' جس کے بطن میں اگلی نسل پوشیدہ ہوتی ہے۔ اُم الکتاب سے مراد سورۃ فاتحہ بھی ہے جس میں تمام قرآن پوشیدہ ہے، چنانچہ ہر مرتبے کی ابتدا ''اُم الکتاب'' ہے جس میں اس مرتبے کی تفصیل پوشیدہ ہے۔ اور ہر مرتبے کی انتہا کو ''کتابِ مبین'' کے نام سے موسوم کر رہے ہیں۔ مبین سے مراد روشن، کھلی ہوئی۔ اُم الکتاب سورۃ فاتحہ میں پوشیدہ تمام علمِ الٰہی کی تفصیل کتابِ مبین قرآن کریم میں ظاہر ہوگئی۔ اسی طرح ہر مرتبے کی ابتدا اُم الکتاب ہے جس میں اس مرتبے کی تفصیل پوشیدہ ہے اور اس مرتبے کی انتہا کتابِ مبین ہے جہاں یہ تمام تفصیل کھل کر ظاہر ہوگئی۔ اس مرتبے کی انتہا یعنی کتابِ مبین اگلے مرتبے کے لیے ابتدا یعنی اُم الکتاب بنی جہاں اس نے مزید تفصیل حاصل کی اور اس تمام تفصیل

کے ظاہر ہونے پر کتابِ مبین بن گئی۔ یہ کتابِ مبین اگلے مرتبے کے لیے پھر اُم الکتاب بنی۔ یونہی ان چاروں مراتب کے لیے چار اُم الکتاب ہوئیں اور چار ہی کتابِ مبین ہوئیں اور ان کے مکمل ہونے پر کتابِ جامع یعنی انسانِ کامل کی تخلیق مکمل ہوئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ ان تمام مراتب کی تفصیل سورۃ فاتحہ کے مطابق اپنے اس قول کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ تمام قرآن سورۃ فاتحہ میں ہے اور تمام سورۃ فاتحہ بسم اللہ میں پوشیدہ ہے اور بسم اللہ باء میں اور باء اپنے نقطہ میں پوشیدہ ہے۔ وجود کی ابتدا یعنی پہلی اُم الکتاب نورِ الٰہی ہے جس سے پہلی کتابِ مبین یعنی نورِ محمدی یا قلم کا ظہور ہوا مرتبۂ وحدت کی ابتدا میں۔ مرتبۂ وحدت کی انتہا پر یہ نورِ محمد یا قلم دوسری اُم الکتاب بنا اگلے مرتبہ واحدیت یا عالمِ لاہوت کے لیے۔ یہاں یہ نورِ محمد اپنی ہی ذات میں فراخ ہوا اور اس سے ظہور ہوا روحِ قدسی کا اور قلم سے ظہور ہوا لوحِ محفوظ کا جو اس مرتبے کے لیے کتابِ مبین اور اگلے مرتبے کے لیے اُم الکتاب ہے۔ جو شے جہاں سے ظاہر ہوتی ہے، ظہور سے قبل وہ وہیں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے بچہ اپنے ظہور سے قبل ماں میں پوشیدہ ہوتا ہے اور درخت بیج میں۔ یونہی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ظہور سے قبل نورِ الٰہی میں پوشیدہ تھا اور روحِ قدسی ظہور سے قبل نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پوشیدہ تھی۔ لہٰذا حضرت امام حسینؓ کے اس قول کی وضاحت ہوگئی کہ باء اپنے نقطہ میں پوشیدہ تھی۔ جس نقطے کے فراخ ہونے سے باء کی تشکیل ہوئی یہ اسی نقطے میں پوشیدہ تھی۔

روحِ قدسی جس سے تمام ارواح کا مادہ بنا، آغاز ہے موجوداتِ عالم کے وجود کا، اس لحاظ سے یہ ''بسم اللہ'' ہے جس سے ہر کام کی ابتدا ہوتی ہے۔ روحِ قدسی کا نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پوشیدہ ہونا اس قول کی وضاحت کرتا ہے کہ ''بسم اللہ'' ''با'' میں پوشیدہ ہے۔ ''با'' ہی نے سین کے ساتھ مل کر ''بسم اللہ'' کو ظاہر کیا یعنی بسم اللہ ''با'' ہی سے ظاہر ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ بسم اللہ ''با'' میں ہی پوشیدہ تھی۔

روحِ قدسی جو دوسرے مرتبے کی انتہا کے لیے کتابِ مبین ہے، تیسرے مرتبے کی ابتدا کے لیے اُم الکتاب ہے اور ترتیب کے لحاظ سے یہ تیسری اُم الکتاب ہے یعنی ''بسم اللہ'' تیسری اُم

الکتاب ہے۔اس بسم اللہ سے مکمل سورۃ فاتحہ ظاہر ہوئی۔روحِ قدسی نے تفصیل کے تمام مراتب طے کئے اوراس سے تمام موجودات کی ارواح تخلیق ہوگئیں۔روحِ قدسی اگر اُم الکتاب ہے تو یہ تمام ارواح کتابِ مبین ہیں۔یوں تمام اروح کی تخلیق جس مرتبہ جبروت پر ہوئی وہ تیسری کتابِ مبین ہے کیونکہ یہ روحِ قدسی کی ہی تفصیل ہیں۔ان ارواح نے روحِ قدسی سے ہی وجود حاصل کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام ارواح روحِ قدسی میں ہی پوشیدہ تھیں۔روحِ قدسی اگر بسم اللہ ہے تو یہ تمام ارواح سورۃ فاتحہ ہیں اور یہاں یہ قول واضح ہوگیا کہ سورۃ فاتحہ بسم اللہ میں پوشیدہ ہے یعنی تمام ارواحِ عالم روحِ قدسی میں پوشیدہ ہیں۔

ان ارواح میں ہر طرح کی مخلوق کی ارواح شامل ہیں اور اگر صرف انسانوں کو دیکھا جائے تو بھی ہر طرح کے انسانوں کی ارواح شامل ہیں خواہ وہ کافر ہوں،عیسائی،ہندو یا مسلمان۔اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس تیسرے مرتبے کو بسم اللہ کے حروف کی تفصیل قرار دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ''داخل ہونا بعض کا اس کے بعض میں''جس طرح حروف نقطوں کے ملنے سے ظاہر ہوتے ہیں اور الفاظ حروف سے اور پھر لفظ مل کر کلمے بنتے ہیں اور کلمے سورت۔اسی طرح ایک روح ایک حرف ہے جو ایک نقطے یعنی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فراخ ہونے سے بنا۔جس طرح تمام حروف میں سے بعض حروف مل کر ایک لفظ بناتے ہیں اور بعض حروف مل کر دوسرا لفظ اور بعض لفظ مل کر ایک کلمہ بناتے ہیں اور بعض دوسرے لفظ مل کر دوسرا کلمہ بناتے ہیں اسی طرح روحیں بھی مل کر گروہ اور جماعتیں بناتی ہیں اور یہ گروہ اور جماعتیں مل کر قومیں بناتی ہیں۔بعض روحیں مل کر ایک قوم بناتی ہیں اور بعض مل کر دوسری قوم اور یوں جس طرح سورتیں مل کر تمام قرآن کی کتاب بناتی ہیں اسی طرح روحوں کی مختلف قومیں مل کر صفحۂ ہستی کی مکمل کتاب تخلیق کرتی ہیں۔لیکن یہ تمام روحیں،روحِ قدسی میں پوشیدہ ہیں اور روحِ قدسی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ الٰہی میں اور اسی ترتیب کے لحاظ سے تمام سورتیں سورۃ فاتحہ میں پوشیدہ ہیں،سورۃ فاتحہ بسم اللہ میں،بسم اللہ باء میں اور باء اپنے نقطہ میں۔

سورۃ فاتحہ اور پورے قرآن میں حروف اور الفاظ کی تکرار بھی ہے اور الفاظ و حروف ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ بالکل اسی طرح قوموں میں بعض پہلو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور بعض مختلف۔ یوں روحوں کا ظاہری وجود کے لبادوں میں قوموں اور گروہوں کی صورت میں اس دنیا میں ظاہر ہو جانا چوتھی کتابِ مبین ہے۔ جس طرح قرآن کریم چار مراتب طے کر کے اس دنیا میں ظاہر ہوا یعنی لوحِ محفوظ سے عرش پر اتارا گیا، عرش سے رسول اکرم ﷺ کے سینے پر نازل کیا گیا، سینہ مبارک سے زبان مبارک پر آیا اور زبان مبارک کے ذریعے تمام دنیا میں ظاہر ہو گیا اسی طرح ارواحِ موجودات بھی وجود کے چار مراتب طے کر کے دنیا میں ظاہر ہو گئیں۔ اب ان موجودات کے وجود کے اندر ہی وہ چاروں مراتب موجود ہیں جن کو طے کر کے وہ اس آخری مرتبے یعنی عالمِ ناسوت والے وجود تک پہنچیں۔ اس تمام سلسلے کو ایک آسان مثال کے ذریعے سمجھایا جا سکتا ہے کہ ایک طالبِ علم علم کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے ایک خاص مقام تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اب علم کے وہ تمام درجات اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں جنہیں وہ مختلف اوقات میں حاصل کرتا رہا ہے۔ یہ علم ازل سے اس کے اندر ہی موجود تھا۔ دنیا کے ظاہری اسباب کے ذریعے اس علم کو حاصل کرنے کا مطلب اس کے دماغ کے اس پوشیدہ علم کا اس پر ظاہر ہو جانا ہے۔ یہ علم پہلے بھی اس کے اندر تھا اور ظاہر ہونے کے بعد بھی اس کے اندر ہی جمع ہے۔ یوں ہی مخلوقاتِ عالم مختلف درجات طے کرتے ہوئے اپنے ظاہری وجود تک پہنچیں۔ اب یہ تمام درجات اور مراتب ان کی ذات کے اندر ہی جمع ہیں جس طرح قرآن کے تمام تر باطنی معنی اس کے ظاہری الفاظ کے اندر ہی جمع ہیں۔ ان باطنی معنوں تک رسائی کے لیے ان ظاہری الفاظ پر ہی غور و فکر کرنا ہو گا۔ اگر ظاہری الفاظ پر غور و فکر نہ کیا جائے تو باطنی معنوں کی سمجھ کبھی نہ آئے گی۔

اسی طرح عالمِ ناسوت میں ظاہر وجود کے اندر ہی تمام باطنی عالم اور مراتب جمع ہیں۔ عالمِ ناسوت وجود کی انتہا ہے اور عالمِ یاھوت اس وجود کی ابتدا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ''ہر انتہا اپنی ابتدا کی طرف رجوع کرتی ہے'' اور آیت مبارک میں فرمایا گیا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ

رَاجِعُوْنِ بے شک ہم اللہ کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، تو اپنی ابتدا یعنی ذاتِ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے لیے ہر وجود کو اپنی ہی ذات کے اندر ان تمام مراتب کو واپس طے کرنا ہوگا جن سے گزر کر اس نے اپنے ظاہری وجود کو حاصل کیا۔ تمام موجوداتِ عالم میں سے صرف انسان کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنے عقل وشعور کی مدد، نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضان اور اپنے زمانے کے انسانِ کامل کے توسط اور وسیلے سے اپنے بالکل ابتدائی مقام یعنی عالمِ وحدت میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ دیگر مخلوقات کی تخلیق نچلے درجات پر ہوئی جیسا کہ فرشتوں کی تخلیق عالمِ جبروت میں ہوئی اور حیوانات وجمادات کی تخلیق عالمِ ملکوت میں ہوئی اس لیے ان مخلوقات کے انتہائی عروج کا مقام وہی ہے جہاں ان کی تخلیق ہوئی اور اس سے آگے ان کی رسائی ممکن نہیں جیسا کہ معراج کی شب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ البتہ اللہ جسے چاہے فضیلت عطا کر سکتا ہے۔ مثلاً اصحابِ کہف کے کتے کو حیوانات میں خاص مقام عطا فرمایا۔ جمادات میں حجرِ اسود کو خاص رتبہ عطا فرمایا۔ یونہی جنات میں سے بھی اپنے قرب کی طلب رکھنے والوں کو ضرور ایک خاص مقام تک عروج عطا فرماتا ہے لیکن جو مقام انسانِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے وہ کائنات کی کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں۔

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر شے نے ذاتِ حق تعالیٰ سے وجود پایا۔ ہر عام مسلمان کا نظریہ بھی یہی ہے کہ اگر اللہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا لیکن اللہ خود فرماتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ (ترجمہ:۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ظاہر نہ کرتا) اور فرماتا ہے: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (ترجمہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے لولاک (تمام عالمِ مکان ولامکان) صرف آپ کے لیے تخلیق کیئے)۔ یعنی اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ذات نہ ہوتی تو نہ اللہ کا ہونا ظاہر ہوتا، نہ عالم تخلیق ہوتے، نہ مخلوق پیدا کی جاتی۔ اللہ موجود ہوتا لیکن نہ اسے کوئی ربّ کہنے والا ہوتا

نہ ماننے والا، نہ سجدہ کرنے والا، نہ اس کے سامنے عاجزی کرنے والا، نہ دعا کرنے والا۔ یعنی اس کی ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی اور وہ خود بھی ظاہر نہ ہوتا۔ پس ہوتا لیکن نہ ہوتا۔ پس وہ وجود جو ہر شے کی تخلیق کا باعث ہے وہ ایک جہت سے خود ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور ایک جہت سے ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اگر حقیقتاً سمجھا جائے تو یہ وجود دو نہیں بلکہ ایک ہے، لیکن اگر ظاہراً دیکھا جائے تو وجود دو ہو کر بھی ایک دوسرے کے عین اور مشابہ ہیں۔

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام مخلوقاتِ عالم کی تخلیق کے متعلق علامہ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''شجرۃ الکون'' میں فرماتے ہیں:

- بے شک شاخِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت سے مادۂ ارواح اور ان کی جسمانیت سے مادۂ اجسام حاصل کیا گیا۔ (صفحہ 79)
- جس طرح پانی ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ پاک ہر ایک قلب کے لیے باعثِ حیات ہے۔ (صفحہ 80)
- پس وہ کون (کن سے تخلیق کیے گئے عالم اور موجودات) کی ظلمت کا چراغ اور (ہر) وجود کے جسم کی روح ہیں۔ (صفحہ 57)

''فصوص الحکم والایقان'' میں علامہ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- حضور سرورِ کونین، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جملہ موجودات میں سرایت اس طرح ہے جس طرح اشجار میں پانی کی سرایت ہے۔ (صفحہ 97)

جب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام عالم اور ان کی مخلوقات تخلیق ہو چکیں، ان تمام کے باطن میں موجود نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام عالم میں پھیل چکا تو اب اس نور کو واپس اپنی ہی ذات میں سمٹنا ہے۔ نور سے مخلوق کی تخلیق چھ ادوار میں ہوئی جیسا کہ تنزلاتِ ستہ میں ھاھویت (احدیت)، یاھوت (وحدت)، لاھوت (واحدیت)، جبروت، ملکوت اور ناسوت کی تفصیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ ادوار مرتبہ در مرتبہ مکمل ہوئے لیکن ساتواں مرتبہ یعنی انسانِ کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کی ذات میں نورِ عالم، عقلِ عالم، علمِ عالم کا واپس سمٹ آنا ایک ہی مرحلہ میں مکمل ہو گیا۔ اسی لیے اس ساتویں مرتبے کو تمام مراتب کا جامع کہا جاتا ہے کیونکہ نور کے پھیلنے کے سفر میں جو مراتب قدم بہ قدم طے ہوئے وہ تمام سمٹاؤ کے سفر میں ایک ہی قدم میں طے ہو گئے۔ اس قدم کو قرآن کریم میں ''استویٰ'' کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ ادوار میں مکمل کیا اور پھر عرش پر اپنا استویٰ فرمایا۔

۞ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (سورۃ الاعراف۔54)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تمہارا ربّ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں تخلیق کیا اور پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔''

اور عرش سے مراد قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰى ترجمہ: ''مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔'' قلبِ مومن سے مراد قلبِ انسانِ کامل ہے جو ازل تا ابد عرشِ الٰہی ہے، ہر زمانے میں مخلوقاتِ عالم کا باطن ہے لیکن انسانِ کامل کے لباس میں باطن بھی اور ظاہر بھی ہے۔ اسی طرح انسانِ کامل کا نور ''تخلیق'' کا آغاز اور اُس کی بشریت ''تخلیق'' کی انتہا ہے۔ وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن۔ جو بات نور سے شروع ہوئی وہ بشر پر ختم ہوئی، ''ھُوْ'' سے شروع ہوئی ''عبد'' پر تکمیل پائی اور اس تمام سفر کا نتیجہ، لب لباب ہے ''عبدہٗ'' وہ نقطہ جس پر تمام عالم کا نور، عقل، سمع، بصر، حیات، روح حتیٰ کہ ہر تخلیق کردہ شے واپس سمٹ آئی۔ یوں ''انسانِ کامل'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم کا مرکز، محور، تمام نسخوں کی جامع کتاب ہیں۔ وہی اُم الکتاب ہیں اور وہی کتابِ مبین، انہی کے متعلق فرمایا گیا:

۞ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (یٰسٓ۔12)

ترجمہ: ہر شے کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔

حدیث قدسی ''كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ذات سرچشمۂ

چشمان‘‘ میں بیان کردہ تنزلاتِ ستہ میں ’’ذات سرّ چشمہ چشمان حقیقتِ ھاھویت‘‘ آخری اور ساتواں مرتبہ ہے جس سے مراد ذاتِ انسانِ کامل ہے جو سر چشمہ ہے پہچانِ حق تعالیٰ کا، جس میں آکر تخلیق کے تمام مراتب کی تکمیل ہوگئی اور جس کے وجود میں ذاتِ حق تعالیٰ مکمل طور پر جلوہ گر اور ظاہر ہوگئی۔ اس انسانِ کامل میں آکر تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ سمٹ گئے ہیں۔ وہ ’کُل‘ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ سے اخذ کیا گیا یا اسی ذات سے ظاہر ہوا، اسی کا پرتو، اسی کی صورت ہے یوں اس میں حقائقِ الٰہیہ سب جمع ہیں۔ اسی انسانِ کامل کے نور سے تمام حقائقِ کونیہ یعنی مخلوقاتِ عالم کے متعلق تمام حقائق ظاہر ہوئے اس لیے اس میں حقائقِ کونیہ بھی جمع ہیں بس وہ ایک جامع کتاب ہے حقائقِ الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کی۔ وہ ایک واسطہ، وسیلہ، مقامِ اتصال (جُڑنے کا مقام) ہے ’’عبد‘‘ اور ھُو کے بیچ میں۔ اس کی اپنی ذات ھُو بھی ہے اور عبد بھی۔ حقائقِ الٰہیہ کا جامع ہونے کی نسبت سے وہ ھُو ہے اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہونے کی نسبت سے وہ عبد ہے۔ انسانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ’’عبدہٗ‘‘ ہونے کی گواہی ہر مسلمان زبان سے کلمہ شہادت میں دیتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقتِ ’’عبدہٗ‘‘ کو سمجھتا نہیں ہے۔

- اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول اور عبدہٗ ہیں۔

علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- انسانِ کامل کی حقیقت ربوبیت اور عبودیت کی جامع ہے۔ ذات ایک ہے شانیں دو ہیں ایک شان کا نام ربوبیت ہے دوسری شان کا نام عبودیت ہے۔ (فصوص الحکم والایقان)
- حضرت انسانِ کامل ربوبیت اور عبودیت کا جامع ہے۔ کبھی اُس پر ربوبیت کا تجلی ہوتا ہے اور کبھی عبودیت کا۔۔۔۔۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض وارثین مثلِ سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا دائمی ربوبیت اور دائمی عبودیت اُن کی شان ہے۔ (فصوص الحکم والایقان)
- انسانِ کامل دو نسخہ ہے۔ نسخہ ظاہر اور نسخہ باطن۔ نسخہ ظاہر تمام عالم کے مشابہ ہے اور نسخہ باطن

مرتبۂ الٰہیہ کے مشابہ ہے۔ پس انسان باعتبار اطلاق اور حقیقت ''کُل'' ہے اور وہ تمام موجودات قدیم[1] اور حدیثہ[2] کو قبول کرنے والا ہے۔ اور جو موجودات سوائے انسان کے ہیں وہ ان دونوں اوامر (امر کی جمع) کو قبول نہیں کرتی کیونکہ عالم کی کوئی شے الوہیت[3] کو قبول نہیں کرتی اور الٰہ (معبود، اللہ تعالیٰ) عبودیت کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ عالم سب کا سب عبد ہے اور حق الٰہ واحد اور صمد ہے پس حق تعالیٰ کو اُن اوصاف سے موصوف کرنا جائز نہیں جو اوصافِ الٰہیہ کے مخالف ہوں۔ جیسے عالم کو ان اوصاف سے موصوف نہیں کر سکتے جو اوصافِ عبودیت کے خلاف ہے۔ پس انسانِ کامل کے لیے دو نسبتِ کاملہ ہیں۔ ایک نسبت سے وہ حضرت الٰہیہ میں داخل ہوتا ہے اور ایک نسبت سے مرتبۂ کونیہ میں داخل ہوتا ہے۔ پس مرتبہ کونیہ میں اس کو عبد کہتے ہیں اس لیے کہ وہ (حضورِ حق تعالیٰ میں) مکلّف[4] ہے اور حضرتِ الٰہیہ میں اس کو رب کہتے ہیں کیونکہ وہ خلیفہ ہے۔'' (فصوص الحکم والایقان)

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا اس حدیثِ قدسی میں کہ ''میں نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔'' دونوں ہاتھوں سے مراد صفاتِ جلال و جمال بھی ہیں اور صفاتِ ربوبیت اور عبودیت بھی ہیں۔ اور دیگر مخلوقات کو یدِ واحد یعنی ایک ہی ہاتھ سے بنایا یعنی ان میں صرف عبودیت ہے اور خود ذاتِ حق تعالیٰ میں صرف ربوبیت ہے، عبودیت بالکل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے انسانِ کامل تمام موجودات (اللہ تعالیٰ اور مخلوق) کی جامع کتاب ہے کہ اس میں صفاتِ عبودیت و ربوبیت دونوں موجود ہیں۔ اسی لحاظ سے انسان کو عالمِ کبیر کہا گیا ہے اور اس کائنات کو عالمِ صغیر کہا گیا ہے کہ یہ کائنات اور اس کی تمام مخلوق انسانِ کامل کی ذات کا ایک رخ ہے اور ذاتِ حق تعالیٰ دوسرا رخ۔ یوں کائنات انسانِ کامل سے چھوٹی ہوئی۔

---

[1] موجودات قدیم سے مراد حقائقِ الٰہیہ ہیں بمعنی نور، علم، عقل، قلم، لوح، کرسی، عرش وغیرہ۔ [2] موجودات حدیثہ سے مراد حقائقِ کونیہ ہیں۔ حادث وہ شے ہے جو پہلے موجود نہ تھی اور پھر پیدا کی گئی۔ یعنی تمام مخلوقاتِ عالم۔
[3] ذاتِ حق تعالیٰ کا الٰہ یعنی معبود ہونا۔ [4] اپنے اعمال کا جوابدہ

حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب انسانِ کامل سے فرماتا ہے ''میرے حبیب تیری انیت[1] میری ہویت[2] ہے یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اَنْتَ ھُو کا عین ہے اور ''ھُو'' ہی ''انا'' ہے۔ میرے دوست تیری بساطت میری ترکیب ہے اور تیری کثرت میری واحدیت بلکہ تیری ترکیب میری بساطت ہے۔ تجھ سے میں ہی مراد ہوں۔ میں تیرے لیے ہوں نہ کہ اپنے لیے۔ مجھ سے تو ہی مراد ہے تو میرے لیے ہے نہ کہ اپنے لیے (مراد تو اور میں دو نہیں ایک ہی ہیں)۔ میرے حبیب تو ایک نقطہ ہے جس پر وجود کا دائرہ ہے۔ پھر اس دائرے میں تو ہی عابد ہے اور تو ہی معبود ہے۔ تو ظہور ہے، تو حسن و زینت ہے۔ تو مثل آنکھ کے ہے جو انسان کے لیے ہے اور مثل انسان کے ہے جو آنکھ کے لیے ہے۔'' (انسانِ کامل)

حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا جیسا کہ پھل بیج کی صورت پر ہوتا ہے پس آدم یعنی انسانِ کامل حق تعالیٰ کی صورت پر ہے یعنی حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کا جامع ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے عالم (کائنات) کی تدبیر عالم (انسانِ کامل) کے ساتھ کی یا صورتِ عالم یعنی انسانِ کامل کے ساتھ کی۔ اس لیے انسانِ کامل صورتِ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانِ کامل میں تمام اسمائے الٰہیہ اور کائنات کے تمام حقائق جو ظاہر میں اس عالمِ کبیر میں تفصیلاً موجود ہیں، کو ایجاد اور جمع کیا۔ انسانِ کامل تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ کا جامع نسخہ ہے، حق اور خلق کی تمام صفات کا جامع ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ انسانِ کامل میں کُل اسمائے الٰہیہ موجود ہیں اور اس میں وہ حقائق موجود ہیں جو حق تعالیٰ نے اس عالمِ کبیر میں تفصیلاً ظاہر کیے۔ چونکہ حق تعالیٰ انسانِ کامل کی صورت پر جلوہ نما ہے لہٰذا ہر شے اس کی تابع ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔

---

[1] تیرا وہ وجود جس کی طرف لفظ انا (میں) سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ [2] مقام احدیت جہاں اللہ تعالیٰ واحد تنہا، بے مثل و بے مثال ہے۔ ایسا مقام جہاں اسے دیکھا جا سکتا ہے نہ پہچانا جا سکتا ہے۔ محض پکارنے کے لیے اسے ھُو کے نام سے موسوم کیا گیا مراد یہ ہے کہ انسانِ کامل کا وجود (انیت) ہی حق تعالیٰ کی ہویت کی پہچان ہے۔

ترجمہ: اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مسخر کر دیا۔" پس جو کچھ عالم میں ہے وہ سب انسانِ کامل کی تسخیر کے تحت ہے۔ (فصوص الحکم والایقان)

حضرت شاہ محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "انسانِ کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ باعتبار اپنی عقل اور روح کے اُم الکتاب ہے، باعتبار قلب کے لوحِ محفوظ ہے، باعتبار اپنے نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے۔ انسانِ کامل صحفِ مکرمہ ہے اور یہی وہ کتابِ مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی (یعنی ہر چیز اس میں موجود ہے)۔ اس کے اسرار و معنی کو سوائے ان لوگوں کے جو حجاباتِ ظلماتی سے پاک ہوں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (سرِّ دلبراں)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کی حقیقت اور ذاتِ حق تعالیٰ کے قلبِ انسانی میں نزول کے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور بے شک وہ انسانِ کامل ہے جس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہے اور وہ لاھُوت میں روحانی صورت میں متعین ہے جو عالمِ غیب ہے۔ اس کا باطن ہی اس کی ظاہری صورت کی تدبیر (حقیقت) ہے۔ اس کا نام "حضرت خمس[1]" ہے کیونکہ وہ پانچوں عالموں (احدیت، لاھُوت، جبروت، ملکوت، ناسوت) میں بیک وقت موجود ہے اور تمام عالم اس میں موجود ہیں۔ اور ان عالموں سے پانچ درجے تنزل فرما کر عالمِ شہادت (دنیا) میں ظاہر ہے۔ عالمِ معانی میں وہ تجلّیٔ ذات کی صورت میں موجود ہے جس کی ضیاء سے غیر مخلوق اعیانِ ثابتہ[2] ظاہر ہوئے۔ عالمِ معانی سے نزول فرما کر دوسرے درجے پر (عالمِ لاھُوت میں) وہ روحانی (روحِ قدسی) صورت میں موجود ہے اور تیسرے درجے پر (جبروت میں) انسانی روح کی صورت میں موجود ہے جو کہ نفوسِ ناطقہ کا جہان ہے۔ چوتھے درجے (عالمِ ملکوت) پر وہ غیر مادہ مثالی لیکن متشکل صورت میں موجود ہے، اس جہان کو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ پانچویں درجے پر یعنی عالمِ اجسام (ناسوت) میں، جو مادی اجسام اور حسن کا جہان ہے اور جسے عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں۔ (سلطان الوھم)

---

[1] عربی گنتی میں "پانچ" [2] مخلوق کے علمی وجود جو ان کی تخلیق سے قبل ذاتِ حق میں علمی صورت میں موجود تھے۔

پس انسانِ کامل حق تعالیٰ کی صورت، آئینہ، اظہار اور اُس کا عین ہے۔ انسانِ کامل کا وجود وہ وجود ہے جو حق تعالیٰ کی ہویت کو ''انا'' (میں) کا وجود عطا کرتا ہے۔ یعنی انسانِ کامل کے وجود سے قبل حق تعالیٰ کے لیے ''ھُو'' کا اسم تو موجود تھا لیکن ایسا کوئی وجود نہ تھا جسے اللہ تعالیٰ ''انا'' (میں) کہہ کر مخاطب کرتا۔ انسانِ کامل کا وجود ہی حق تعالیٰ کے لیے ''انیت'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے لیے ''یَدُ اللہ'' (اللہ کے ہاتھ) 'وجھہ اللہ (اللہ کا چہرہ) جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ نہ اس کے ہاتھ ہیں نہ پاؤں، نہ چہرہ۔ مقامِ ھاھویت پر تو وہ صرف نور ہے بلکہ نور سے بھی برتر کوئی ایسی شے جس کی مثال کسی چیز سے بھی نہیں دی جاسکتی کہ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ۔ چنانچہ حق تعالیٰ کی ہویت کا وجود انسانِ کامل کا وجود ہی ہے، اس کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ، اس کے پاؤں اللہ کے پاؤں، اس کا چہرہ اللہ کا چہرہ ہے، اس کی بات اللہ کی بات ہے اور اس کے متعلق بات درحقیقت اللہ کے متعلق بات ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ مرآۃ العارفین میں انسانِ کامل کو ذاتِ حق کا عین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح ذاتِ حق تعالیٰ تمام مخلوقات کی جامع ہے، تمام مخلوقات نے اپنا وجود وجودِ الٰہی سے پایا، اسی کا نور ہر شے کا باطن ہے اور ہر شے کا ظاہر اسی کا اظہار ہے عین اسی طرح انسانِ کامل کا وجود بھی تمام مخلوقات اور تمام عالموں کا جامع ہے۔ اسی کے وجود سے ہر شے کا وجود ہے۔ ہر شے کا باطن اُس کا باطن ہے اور وہ ہر عالم کی ہر شے، ہر مخلوق کے لیے اُم الکتاب ہے۔ وہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام حقائقِ الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ درج ہیں پس وہ کتب الکتاب ہے۔ وہی ہر شے کے لیے اجمال کے لحاظ سے اُم الکتاب ہے اور تفصیل کے لحاظ سے کتابِ مبین ہے۔ اشیائے عالم اس کے ''نور'' میں مجمل اور جمع ہیں اور اس کے ''علم'' میں وہ تفصیلاً موجود ہیں۔ اسی بنا پر انسانِ کامل کے پاس کائنات کے ہر عالم کی ہر شے کا علم اسی طرح موجود ہے جس طرح حق تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔ کچھ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اس کی نظر ہر عالم کی ہر شے پر ہے۔ حق تعالیٰ کو جو کچھ بھی دیکھنا اور جاننا ہے وہ اُس انسانِ کامل کے واسطے اور وسیلے سے دیکھتا اور جانتا ہے۔ علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انسان کے لغوی معنی 'آنکھ کی پتلی'' کے ہیں جس

میں بینائی کی قوت ہے اور جس سے آنکھ کو نظر حاصل ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو یعنی اپنے کمالات کو انسان کے توسط سے دیکھا اور جملہ مخلوق کو بھی اسی انسان کے سبب دیکھا لہٰذا انسان حق تعالیٰ کے لیے بمنزل آنکھ کی پتلی ٹھہرا جس سے حق تعالیٰ اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے اور اُس پر رحم فرماتا ہے۔ پس انسانِ کامل عالم میں ایسے ہی ہے جیسے نگینہ انگوٹھی میں اور نگینہ نقش و علامت کا محل (مقام) ہے۔ اسی علامت کے سبب بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کرتے ہیں۔ پس جیسے بادشاہ اپنے خزانوں کی مہر کے ساتھ ''حفاظت'' کرتے ہیں ایسے ہی حق تعالیٰ اپنی مخلوق کی انسانِ کامل کے ساتھ حفاظت کرتا ہے۔'' (فصوص الحکم والایقان)

تمام انسانوں میں اللہ کی ذات اور تمام صفات کی استعداد کی موجودگی کے باوجود یہ تمام انسانوں میں بھی مکمل ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان کے مقامِ قربِ الٰہی کے مطابق ہی ظاہر ہوتی ہے اور جس انسان میں ذاتِ حق تعالیٰ مکمل ترین صفات کے ساتھ ظاہر ہے وہ ازل سے ابد تک صرف ایک ہی ذات ہے یعنی انسانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہر زمانے میں لباس بدل کر اس زمانے کے انسانِ کامل کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ انسان کامل میں فرماتے ہیں: ''انسانِ کامل قطبِ عالم ہے جس سے اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگارنگ لباس ہیں اور باعتبارِ لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اس کی کنیت ابوالقاسم اور وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانے میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانے کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔'' (انسانِ کامل۔ صفحہ 388)

چنانچہ انسانِ کامل کی ذات ازل سے ابد تک وہی ذات ہے جس سے ''وجود'' کی ابتدا ہوئی' جس میں ذاتِ حق تعالیٰ ظاہر ہوئی، جو مرآۃ[1] الٰہی اور ذات کا اظہار ہے' جس کے سوا ذاتِ حق

---

[1] آئینہ

تعالیٰ کہیں بھی مکمل جلوہ گر نہیں ہے۔ انسانِ کامل اگر ایک طرف ذاتِ حق تعالیٰ کا مکمل اور واحد اظہار ہے تو دوسری طرف اس میں انسانوں کے تمام جسمانی اوصاف بھی موجود ہیں۔ وہ انسانوں میں انسانوں کی طرح بھی رہتا ہے اور حضرتِ باری کی کامل جلوہ گاہ بھی ہے۔ اس کا ایک رخ اگر بشریت اور عبودیت ہے تو دوسرا رخ ربوبیت ہے۔

فصوص الحکم میں علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (صفحہ 165۔شرح فصوص الحکم والایقان۔محمد ریاض قادری)
- ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ (صفحہ 97۔شرح فصوص الحکم والایقان۔محمد ریاض قادری)

مختصراً ان الفاظ کے ساتھ اس باب کو ختم کرتے ہیں کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے'' اور یہ نورِ محمدیہ ہی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ انسان میں حقیقتِ محمدیہ دوسری مخلوق کی نسبت کامل اور مکمل جلوہ گر ہے اور جو انسان تمام مراتب کو طے کرتا ہوا وحدت یعنی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تک پہنچ جاتا ہے اس میں حقیقتِ محمدیہ کامل اکمل مکمل ہو جاتی ہے اور وہ مظہرِ حقیقتِ محمدیہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقت کا عبد اللہ ہوتا ہے' جسے فقر اور تصوف کی رو سے ''انسانِ کامل'' کہا جاتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ظہور فرماتا ہے اور بندہ عروج کرتا ہے، ربّ جتنا نزول فرمالے ربّ ہے اور بندہ جتنا عروج کر لے بندہ ہے۔

باب 2

اوّل آخر ظاہر باطن

باب اوّل میں آپ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کامل طور پر جان چکے ہیں کہ اوّل آخر ظاہر باطن ایک ہی ذات کا ظہور ہے لیکن حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کامل ترین پہلوؤں اوّل آخر ظاہر باطن کے بارے میں علیحدہ بیان ہو جائے تو حقیقت بہتر طور پر سمجھ میں آجائے گی۔

جیسا کہ آپ باب اوّل میں مطالعہ فرما چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عالمِ احدیت (ھاھویت) سے نزول فرما کر عالمِ وحدت (یاھوت) میں میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام انسانوں کی ارواح اور تمام کائنات کی تخلیق مرحلہ وار عمل میں آئی۔ یعنی کائنات کا منبع و مصدر جس سے ساری کائنات اور موجودات وجود میں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ذات پاک ہے۔ تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل اور ظہور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخر ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اوّل و آخر بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

❁ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الحدید۔3)

ترجمہ: وہی اوّل اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

مفسرینِ حق اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

❁ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ (باب۔دہم) میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں، باطن ہیں اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ اوّل، آخر، ظاہر، باطن حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظاہر فرماتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُّوْرِہٖ ؁

ترجمہ: ''اے جابر رضی اللہ عنہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نُور کو پیدا فرمایا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ؁

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُلُّ خَلَآئِقِ مِّنْ نُّوْرِیْ ؁

ترجمہ: میں اللہ پاک کے نُور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نُور سے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نُور مبارک سے تمام انسانوں کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا:

❁ لَوْ لَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

ترجمہ: ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ کائنات ہی تخلیق نہ کرتا۔'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔

❁ لَوْ لَاكَ لِمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ۔

ترجمہ: ''(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ہی ظاہر نہ کرتا'' (اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا)۔

اِن دونوں احادیث قدسی کی شرح اس طرح سے ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے لولاک (تمام عالمِ کون) صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تخلیق کیے۔ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات نہ ہوتی تو نہ اللہ کا ہونا ظاہر ہوتا نہ عالم تخلیق ہوتے، نہ مخلوق پیدا کی جاتی۔ اللہ موجود ہوتا لیکن نہ اسے ربّ کہنے والا کوئی ہوتا نہ ماننے والا اور نہ دعا کرنے والا یعنی اس کی ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی اور وہ خود بھی ظاہر نہ ہوتا پس وہ وجود جو ہر شے کی تخلیق کا باعث ہے وہ ایک جہت سے خود ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور ایک جہت سے ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اگر حقیقتاً سمجھا جائے تو یہ وجود دو نہیں بلکہ ایک ہے لیکن اگر ظاہراً دیکھا جائے تو وجود دو ہو کر بھی ایک دوسرے کے عین اور مشابہ ہیں۔

اس کائنات میں اگر اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق کر کے مخلوقات میں اپنے رب اور خالق و مالک ہونے کو ظاہر کیا ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے ورنہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

اے کہ تیرا وجود ہے وجہِ وجودِ کائنات   اے کہ تیرے وجود پہ خالقِ دو جہاں کو ناز

- خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَ الطِّیْنِ۔

ترجمہ: میں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۙ لِّیَسْــَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ○ (پ۲۱۔ احزاب 7-8)

ترجمہ: ''اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یاد فرمائیں جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے، نوح سے، ابراہیم سے، موسیٰ سے، اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے۔ اور ہم نے ان سب سے سخت عہد لیا تا کہ صدیقین سے ان کے صدق کا سوال کریں۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار رکھا ہوا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمائی: ''خلقت کے لحاظ سے میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے آخر میں ہوں۔'' (دلائل النبوۃ)

اس آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میثاق کب لیا گیا؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔'' اسی آیت کی تفسیر میں امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ نے ثعلبی رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''میں خلقت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اوّل ہوں اور دنیا میں تشریف آوری میں اُن سے آخر میں ہوں۔''

❁ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ (پ30۔الم نشرح 1)

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا نہیں کھولا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ابتدا کو۔

مفسرین نے اس آیت کی شرح یوں فرمائی ہے کہ کسی چیز کے اوّل کو صدر کہا جاتا ہے یہاں ''صدر'' کے لفظ کو استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رسولوں سے اوّل ہیں۔

❁ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتے ہیں:۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ فَجَعَلَ

ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ لَمْ يَكُنْ فِىْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّ لَا قَلَمٌ وَّ لَا جَنَّةٌ وَّ لَا نَارٌ وَّ لَا مَلَكٌ وَّ لَا سَمَآءٌ وَّ لَا شَمْسٌ وَّ لَا قَمَرٌ وَّ لَا جِنِّيٌّ وَّ لَا اِنْسِيٌّ

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بتلا دیجیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ فرمایا! اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا گردش کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی، نہ فرشتے تھے نہ آسمان تھا، نہ سورج تھا نہ چاند تھا، نہ جن تھے نہ انسان تھے (یعنی اس وقت کچھ بھی نہ تھا)۔ (زرقانی جلد 1 صفحہ 46)

❁ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا:

يَا عُمَرُ اَتَدْرِىْ مَنْ اَنَا ۔ اَنَا الَّذِىْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوَّلَ كُلِّ شَيْءٍ نُوْرِىْ فَسَجَدَ لِلّٰهِ فَبَقِىَ فِىْ سُجُوْدِهٖ سَبْعَ مِائَةِ عَامٍ فَاَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ سَجَدَ لِلّٰهِ نُوْرِىْ وَلَا فَخْرَ يَا عُمَرُ اَتَدْرِىْ مَنْ اَنَا ۔ اَنَا الَّذِىْ خَلَقَ اللّٰهُ الْعَرْشَ مِنْ نُّوْرِىْ وَ الْكُرْسِىَّ مِنْ نُّوْرِىْ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ نُوْرَ الْاَبْصَارِ مِنْ نُّوْرِىْ وَالْعَقْلَ مِنْ نُّوْرِىْ وَنُوْرَ الْمَعْرِفَةِ فِىْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ نُّوْرِىْ وَلَا فَخْرَ (جواہر البحار جلد 2)

ترجمہ: اے عمر (رضی اللہ عنہٗ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا تو میرے نور نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ سات سو سال سجدہ میں رہا۔ تو سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا وہ میرا نور تھا اور یہ بات میں فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور کرسی کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور سورج و چاند اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور عقل کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کے

دِلوں میں نورِ معرفت کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ:-

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سَئَالَ جِبۡرِیۡلَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ کَمۡ عُمِّرۡتَ مِنَ السِّنِیۡنَ قَالَ وَاللّٰہِ لَا اَدۡرِیۡ غَیۡرَ اَنَّ کَوۡکَبًا فِی الۡحِجَابِ الرَّابِعِ یَظۡھَرُ فِیۡ کُلِّ سَبۡعِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ مَرَّۃً رَأَیۡتُہٗ اثۡنَیۡنِ وَسَبۡعِیۡنَ اَلۡفَ مَرَّۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَاجِبۡرِیۡلُ وَعِزَّۃِ رَبِّیۡ اَنَا ذٰلِکَ الۡکَوۡکَبُ۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال فرمایا کہ آپ نے اپنی عمر کے کتنے سال گزار لیئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات میں سے چوتھے پردہ میں ستر ہزار (70000) سال کے بعد ایک نوری تارا ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اُسے بہتر ہزار (72000) مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے ربّ کی عزت کی قسم وہ تارا میں ہی ہوں۔ (جواہر البحار جلد 2۔ روح البیان جلد 2۔ سیرت حلبیہ جلد 1)

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اپنی کتاب سِرّ الاسرار میں فرماتے ہیں:-

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے تخلیق فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے:-

خَلَقۡتُ رُوۡحَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مِنۡ نُّوۡرِ وَجۡھِیۡ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوۡحِیۡ وَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الۡقَلَمَ وَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الۡعَقۡلَ فَالۡمُرَادُ مِنۡھَا شَیۡءٌ وَّاحِدٌ وَھُوَ الۡحَقِیۡقَۃُ الۡمُحَمَّدِیَّۃُ۔

ترجمہ: میں نے سب سے پہلے اپنے نور سے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تخلیق فرمایا۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو تخلیق

فرمایا۔ نیز فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ مزید فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو تخلیق فرمایا اور کہا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان تمام کلمات طیبات سے ایک ہی شے مراد ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ ﷺ۔

اس حدیثِ قدسی کی شرح کرتے ہوئے سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا نام نامی اسمِ گرامی نور اس بنا پر رکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظلماتِ جلالیہ سے پاک وصاف ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب آئی (المائدہ 15۔پ 6)۔'' نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس اور کتاب قرآنِ مجید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات کو عقل سے تعبیر فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو تمام کلیات کے ادراک سے نوازا گیا ہے اور قلم سے موسوم فرمانا اس لئے ہے کہ قلم علم کو منتقل کرنے کا باعث ہے۔ جیسے حروف کے عالم میں قلم اس کا سبب ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام موجودات وتخلیقات کا خلاصہ اور کائنات کی تخلیق کا آغاز اور اصل ہیں اور علمِ لدنی عطا کرنے کا ذریعہ ہیں۔''

آپ ﷺ کی اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں:

☆ لَوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب　　گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

☆ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر　　وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

✿ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوّل وآخر ہونے کی ایک خوبصورت مثال دی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک تاجر ہے وہ اپنے خزانے کے اوپر غالیچے لپیٹ کر رکھے مگر اس کے اندر ایک دوسرے کے اوپر کئی کپڑے بھر دے تو اس صورت میں جب وہ اس غالیچے کو کھولے گا تو جو کپڑا سب سے پہلے رکھا ہوگا وہ سب سے آخر میں نکلے گا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ’’شجرۃ الکون‘‘ میں فرماتے ہیں:

- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کا حال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح سب سے پہلے وجود میں آئی اور سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اوّل و آخر کہا گیا۔

- اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شجرۃ الکون[1]، جس کی اصل دانہ کن ہے، کے عنصر کا جوہر نکال کر اسے اتنا خالص اور پاکیزہ کیا کہ وہ ہر قسم کی آلائش اور کدورت سے پاک ہو کر مزین ہو گیا۔ پھر اس پر نورِ ہدایت مترشح فرمایا جس کی وجہ سے جوہر اصلی ظاہر ہو گیا اور پھر اسے اپنی رحمت کے سمندر میں غوطہ زن فرمایا تاکہ اس کی برکت عام ہو جائے پھر اس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک پیدا فرمایا۔ بعد ازاں ملاء اعلیٰ کے نور سے مزین فرما کر اسے ضیاء و رفعت بخشی اور اس نورِ مبارک کو ہر ایک نور کا اصل ٹھہرایا۔ پس حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تخلیق میں سب سے اوّل اور ظہور میں سب سے آخر ہیں۔ (شجرۃ الکون)

- حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’’انسانِ کامل‘‘ میں فرماتے ہیں:-

اَلْکُلُّ فِیْہِ وَمِنْہُ وَکَانَ عِنْدَہٗ۔

ترجمہ: سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے تھا اور ہو گا۔

باب اوّل میں اور باب ہٰذا کے آغاز میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ مبارک کو پیدا کیا گیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے اس کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا گیا ہے اس لئے ہر شے میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہے۔

علم الاعداد ہمارے موضوع کا حصہ تو نہیں ہے لیکن اہلِ علم اور عاشقین نے اِس علم سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات اور اس کی ہر شے کی روح ہے اور ہر شے میں جلوہ گر

---

[1] کُن سے تخلیق کی گئی تمام مخلوقات اور موجودات کا شجر

ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ علوم میں علم الاعداد بھی ایک حقیقت رکھتا ہے۔

علم الاعداد کے ماہرین کسی چیز، جگہ، شے یا وجود کے نام کے اعداد نکالنے کیلئے حروفِ ابجد کی جدول سے استفادہ کرتے ہیں یہ جدول درج ذیل ہے۔

ابجد	ہوز	حطی	کلمن
ا ب ج د	ہ و ز	ح ط ی	ک ل م ن
1, 2, 3, 4	5, 6, 7	8, 9, 10	20, 30, 40, 50

سعفص	قرشت
س ع ف ص	ق ر ش ت
60, 70, 80, 90	100, 200, 300, 400

ثخذ	ضظغ
ث خ ذ	ض ظ غ
500, 600, 700	800, 900, 1000

علم الاعداد میں تمام حروف کی مندرجہ بالا قیمتیں شمار کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل مزید امور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:۔

1۔ مد(~) اور ہمزہ (ء) کا کوئی عدد شمار نہیں کیا جاتا۔

2۔ اللہ، الٰہی، رحمٰن اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ میں بعض حروف پر جو کھڑی زبر یا زیر ہوتی ہے اس کا کوئی عدد شمار نہیں کیا جاتا۔

3۔ پ کے عدد ب کے مساوی شمار کیے جاتے ہیں۔

4۔ ٹ کے عدد ت کے مساوی لیے جاتے ہیں۔

5۔ ڈ کے عدد د کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

6۔ چ کے عدد ج کے مساوی لئے جاتے ہیں۔

7۔ ژ کے عدد ز کے مساوی لئے جاتے ہیں۔

8۔ ڑ کے عدد ر کے مساوی لئے جاتے ہیں۔

9۔ گ کے عدد ک کے مساوی شمار ہوتے ہیں۔

ان اشارات کے مطابق ہم کسی بھی چیز کے وجود کے نام کے اعداد معلوم کر سکتے۔ مثلاً چاند، قمر، مہتاب، ماہتاب کے اعداد ملاحظہ فرمائیے:۔

چاند: چ + ا + ن + د

58 = 4 + 50 + 1 + 3

قمر: ق + م + ر

340 = 200 + 40 + 100

مہتاب: م + ہ + ت + ا + ب

448 = 2 + 1 + 400 + 5 + 40

ماہتاب: م + ا + ہ + ت + ا + ب

449 = 2 + 1+ 400 + 5 + 1 + 40

اسی طرح فرض کیجئے کہ ایک شخص کا نام امجد علی ہے۔اس کے اعداد ملاحظہ ہوں:۔

ا + م + ج + د + ع + ل + ی

158 = 10 + 30 + 70 + 4 + 3 + 40 +1

علم الاعداد کی ان چند ابتدائی باتوں کے بعد ہم اس کلیہ کی طرف آتے ہیں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ علم الاعداد کا یہ کلیہ شروع ہی سے بزرگوں اور علما کی

دلچسپی کا مرکز بنا رہا ہے۔ جس طرح بعض بزرگوں نے قرآنِ مجید کی قرأت کے قوائد کو منظوم کیا ہے، یا جس طرح بعض شاعروں نے تقویم کے قاعدوں کو شعروں کی صورت دی ہے اسی طرح انہوں نے اس کلیہ کو مدون کیا ہے۔

1۔ کائنات کی کسی شے کا نام یا کوئی نام یا لفظ لیں اور ابجد کے حساب سے اس کے عدد نکالیں۔

2۔ حاصل شدہ عدد کو چار سے ضرب دیں۔

3۔ حاصل ضرب میں دو جمع کریں۔

4۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیں۔

5۔ حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کریں۔

6۔ تقسیم کے بعد جو عدد باقی بچے اسے نو سے ضرب دیں۔

7۔ حاصل ضرب میں دو جمع کریں۔

اس عمل سے 92 کا عدد حاصل ہوگا جو اسمِ محمدؐ کا عدد ہے یعنی

م + ح + م + د

92 = 4 + 40 + 8 + 40

اس حیرت انگیز کلیہ اور اس کے عمل کی وضاحت ذیل میں چند مثالوں سے کی جاتی ہے۔

مثال نمبر 1:۔ اوپر چاند کے اعداد 58 بتائے گئے ہیں۔ اب ذرا عمل ملاحظہ ہو:۔

1۔ چاند کے اعداد بحساب ابجد = 58

2۔ 58 کو چار سے ضرب دیا تو حاصل ضرب

232 = 4 x 58

3۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیا تو

234 = 2 + 232

4۔ حاصل جمع 234 کو پانچ سے ضرب دیا تو

1170 = 5 x 234

5۔ حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کیا تو

20 ÷ 1170

باقی (Remainder) 10 بچے

6۔ دس کو نو سے ضرب دیا تو

90 = 9x10

7۔ حاصل ضرب میں دو جمع کیے تو

92 = 2+90

اور 92 اسمِ محمدؐ کا عدد ہے۔

مثال نمبر2۔ اوپر قمر کے عدد 340 بتائے گئے ہیں اب ذرا عمل ملاحظہ ہو:۔

1۔ قمر کے اعداد بحساب ابجد = 340

2۔ 340 کو چار سے ضرب دیا تو

1360 = 4 x 340

3۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیا تو

1362 = 2 + 1360

4۔ حاصل جمع 1362 کو پانچ سے ضرب دیا تو

6810 = 5 x 1362

5۔ حاصل ضرب کو 20 سے تقسیم کیا تو

6810 ÷ 20

باقی (Remainder) 10 بچے

6۔ 10 کو 9 سے ضرب دیا

90 = 9 x 10

7۔ حاصل ضرب میں دو جمع کیے تو

92 = 2 + 90

اور 92 اسمِ محمدؐ کا عدد ہے۔

مثال نمبر3۔ اوپر ''مہتاب'' کے عدد448 بتائے گئے ہیں اب ذرا عمل ملاحظہ ہو:۔

1۔ مہتاب کے عدد بحساب ابجد = 448

2۔ 448 کو 4 سے ضرب دیا تو

1792 = 4 x 448

3۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیا تو

1794 = 2 + 1792

4۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو

8970 = 5 x 1794

5۔ حاصل ضرب کو 20 سے تقسیم کیا تو

20÷8970

باقی (Remainder) 10 بچے

6۔ 10 کو 9 سے ضرب دیا تو

90 = 9 x 10

7۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیے تو

92 = 2 + 90

اور 92 اسمِ محمدؐ کا عدد ہے۔

مثال نمبر4:۔ اوپر ماہتاب کے عدد449 بتائے گئے ہیں۔ اب ذرا عمل ملاحظہ ہو:۔

1۔ ماہتاب کے عدد بحساب ابجد = 449

2۔ 449 کو 4 سے ضرب دیا تو

1796 = 4 x 449

3۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیا تو

1798 = 2 + 1796

4۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو

8990 = 5 x 1798

5۔ حاصل ضرب کو 20 سے تقسیم کیا تو

20÷8990

باقی (Remainder) 10 بچے

6۔ 10 کو 9 سے ضرب دیا تو

90 = 9 x 10

7۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیے تو

92 = 2 + 90

اور 92 اسمِ محمدؐ کا عدد ہے۔

یہ صرف اس چاند کے چند ناموں کی مثالیں ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اشارہ پا کر اُلٹے پھرنے والے سورج، شمس یا آفتاب پر بھی اس کلیہ کا عمل کیا جائے تو 92 ہی کا عدد حاصل ہوگا۔ ایک چاند یا سورج ہی پر موقوف نہیں، اس کائنات کی کسی بھی شے اور کسی بھی وجود کے نام پر اس کلیہ کا عمل کیا جائے تو 92 ہی کا عدد حاصل ہوگا جو اسمِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدد ہے۔ اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس کائنات اور عالمِ موجودات کی ایک ایک شے اور ایک ایک وجود محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ پاک سے وجود میں آیا۔

اوپر ''امجد علی'' کے نام کے عدد 158 بتائے گئے ہیں لگے ہاتھوں ہم اس نام پر بھی علم الاعداد

کے اس کلیہ کا عمل آزماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس کی مثال:۔

1۔ امجد علی کے نام کے اعداد بحساب ابجد = 158

2۔ 158 کو 4 سے ضرب دیا تو

632 = 4 x 158

3۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیا تو

634 = 2 + 632

4۔ حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیا تو

3170 = 5 x 634

5۔ حاصل ضرب کو 20 سے تقسیم کیا تو

20÷3170

باقی (Remainder) 10 بچے

6۔ 10 کو 9 سے ضرب دیا تو

90 = 9 x 10

7۔ حاصل ضرب میں 2 جمع کیے تو

92 = 2 + 90

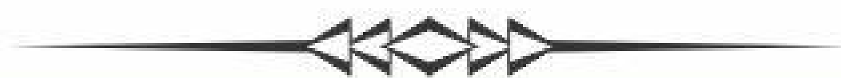
اور 92 اسمِ محمدؐ کا عدد ہے۔

گویا کسی بھی نام پر اس کلیہ کا عمل کیا جائے تو 92 کا عدد حاصل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر ایک چیز نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشتق ہے صرف دیکھنے والی آنکھ چاہیے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدۂ دِل وا کرے کوئی

شہبازِ عارفاں سیّد پیر بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اکھ بنوا جاہل بیچارہ تاں ویکھیں نور نظارا



باب 3

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب اوّل اور دوم میں آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے۔اسکے لئے علیحدہ باب کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی عالمِ ناسوت (خلق) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور، تجلیاتِ نور اور پشت در پشت منتقلی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں علیحدہ باب تحریر کیا جا رہا ہے تا کہ بات زیادہ واضح ہو جائے۔

ارشادِ ربانی ہے:

❁ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ۶۔المائدہ۔۱۵)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں) آیا اور ایک روشن کتاب آئی۔

جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں ''نور'' سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور کتاب قرآنِ مجید ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ

وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ (پ۱۸۔النور ۳۵)

ترجمہ: اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ ہے۔ چراغ فانوس میں ہے۔ فانوس ایسے ہے کہ ایک موتی جو ستارے کی مانند چمکتا ہے۔ یہ چراغ اس برکت والے پیڑ زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے۔ اگرچہ اُسے آگ نہ بھی چھوئے۔ نور پر نور چھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور کی طرف اُسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کا طالب بنتا ہے۔

یہاں بھی ''مَثَلُ نُوْرِهٖ'' سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مراد ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن آیاتِ مقدسہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے۔ فانوس آپ کا قلبِ مبارک ہے اور چراغِ نبوت ﷺ کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اِس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی وضیاء اس مرتبہءِ کمال پر ظہور پذیر ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے نبی ہونے کا اعلان بھی نہ فرمائیں تو تب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔

پہلے مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں ''طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور فانوس آپ ﷺ کا قلبِ اطہر ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنی نہ عربی نہ عجمی) ایک شجر مبارکہ سے روشن ہے، وہ شجرِ مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نورِ قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور پر نور ہے۔''

❁ امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو حکم فرمایا کہ انوارِ انبیاء پر توجہ کرے پس حضور ﷺ کے نورِ مبارک نے دیگر انبیاء کرام کی ارواح وانوار پر توجہ فرمائی تو اس نور نے ان سب انوار کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کی باری تعالیٰ ہمیں کس نے

ڈھانپ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''یہ محمد ﷺ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا جائے گا'' اس پر سب ارواح انبیاء نے عرض کیا ''باری تعالیٰ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔''

اس کا مکمل ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (پ3۔آلِ عمران:٨١)

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر کے مبعوث کروں تو اس کے بعد تمہارے پاس میرا پیارا رسول آجائے تو سب اس پر ایمان لانا اور اس کے مشن میں اس کی مدد کرنا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد بھی لیا کہ وہ اپنی اپنی امت کو بھی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کی تلقین کرتے رہیں گے چنانچہ تمام انبیاء کرام نے ایسا ہی کیا۔ (المواہب اللدنیہ)

❁ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر ہی میں تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ (احمد اور بیہقی)

❁ احکام ابنِ القطان میں حضرت امام زین العابدین ؓ سے روایت ہے وہ اپنے والد محترم حضرت امام حسین ؓ اور وہ بابِ فقر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔''

❁ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہٗ سے منقول ہے کہ انہوں نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کیا

کہ حضور ﷺ آپ کب سے شرفِ نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہلِ جنت کے خیموں پر لکھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرشِ اعظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔'' (محدث ابنِ جوزی نے اسے الوفاء میں روایت کیا ہے)

✵ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل، جس وقت اس کے اقتدار اور سلطنت کا عرش عالم مادی میں فقط پانی پر تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اُم الکتاب میں لکھا اس میں ایک بات یہ تھی ان محمدا ﷺ خاتم النبیین (محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں)۔ (اسے امام محمد اسماعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے الانوار المحمدیہ میں نقل کیا ہے)۔

واضح رہے کہ یہاں سال سے مراد ہماری دنیا کے ماہ وسال نہیں کیونکہ اس وقت تو سورج اور شب وروز وجود میں نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس مدت سے حقیقت میں کتنا زمانہ مراد ہے۔ قرآنِ مجید میں قیامت کے ایک دِن کی مدت پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے، اگر یہ اعتبار سامنے رکھا جائے تو خدا جانے عرصے کی درازی کا عالم کیا ہوگا۔

✵ امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے

تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

✽ یہ روایت دوسرے طریق پر اس طرح آئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپؑ کو آپؑ کے نام کے ساتھ ابو محمد ﷺ کی کنیت سے بلایا۔ آپؑ نے عرض کی ''باری تعالیٰ میری یہ کنیت کیسے ہے'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اپنا سر اوپر اٹھاؤ'' آپؑ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نورِ محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں ہوں گے، ان کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین پر محمد ﷺ ہے۔ اگر میں انہیں پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا فرماتا۔''

✽ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اے پروردگار میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد (ﷺ) درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم (علیہ السلام)! تم نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ جب تو نے اپنی طرف سے میرے اندر روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم! تم سچے ہو۔ واقعی محمد (ﷺ) میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا''۔ امام طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کر کے مزید یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی تو سراجِ منیر کا نام دیا ہے کبھی نجم،

کبھی شمس اور کبھی قمر کے نام سے یاد فرمایا ہے اور اس کا مدعا یہ ہے کہ ان تشبیہات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کو ظاہر فرمایا جائے۔

❁ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور حالت میں میرے گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے نقوش بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔'' (صحیح بخاری)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لَمْ یَکُنْ لِّرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَّلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُہٗ ضَوْءَھَا وَلَا مَعَ سِرَاجٍ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُہٗ ضَوْئَہٗ (نسیم الریاض جلد 3 زرقانی جلد 4)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ ﷺ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی۔ اور جب بھی آپ ﷺ سراج (چراغ) کے مقابل ہوتے تو آپ ﷺ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب رہتی۔

❁ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰی اَنْوَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ کَفِّیْ عَلٰی عَیْنَیَّ خَوْفًا مِّنْ ذَھَابِ بَصَرِیْ (جواہر البحار جلد 2)

ترجمہ: جب میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار کی طرف دیکھا تو اپنی آنکھوں پر اس خوف سے ہاتھ رکھ لئے کہ کہیں میری قوتِ بصارت ہی نہ چلی جائے۔

جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کیئے جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوحؑ کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود کا گلزار ہو جانا حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ عنہ حضورِ

اکرم ﷺ کی مدح میں یوں فرماتے ہیں:

1 أَنْتَ الَّذِیْ لَوْ لَاكَ مَاخُلِقَ اُمْرءٌ — كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَا

2 أَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُّوْرِكَ لِلْبَدْرِ السَّنَا — وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا

3 أَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ — مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَ هُوَ اَبَاكَا

4 وَبِكَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ — بَرْدًا وَّقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَا

5 وَ دَعَاكَ اَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَّسَّهٗ — فَاُزِیْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَاكَا

6 وَبِكَ الْمَسِیْحُ اَتٰی بَشِیْرًا مُّخْبِرًا — بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَا

7 كَذَاكَ مُوْسٰی لَمْ یَزَلْ مُتَوَسِّلًا — بِكَ فِی الْقِیٰمَةِ مُحْتَمًا بِحِمَاكَا

8 وَالْاَنْبِیَآءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِی الْوَرٰی — وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاكُ تَحْتَ لِوَاكَا

1۔ آپ ﷺ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔

2۔ آپ ﷺ وہ ہیں کہ آپ ﷺ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ﷺ ہی کے نورِ زیبا سے چمک رہا ہے۔

3۔ آپ ﷺ وہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے لغزش کے سبب سے آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑا تو وہ کامیاب ہوگئے حالانکہ وہ آپ ﷺ کے باپ ہیں۔

4۔ آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ ﷺ کے روشن نور سے آگ اُن پر ٹھنڈی ہوگئی اور بجھ گئی۔

5۔ اور ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ﷺ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر اُن کی مصیبت دُور ہوگئی۔

6۔ اور مسیح علیہ السلام آپ ﷺ ہی کی بشارت اور آپ ﷺ ہی کی صفاتِ حسنہ کی خبر دیتے اور آپ ﷺ کی بندگی کی مدح کرتے ہوئے آئے۔

7۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے رہے۔

8۔ اور انبیاء اور مخلوقات میں سے ہر مخلوق اور پیغمبر اور فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

❁ بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم نے عتبہ بن عبد سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ سیدہ، طاہرہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان مذکور ہے کہ: قَالَتْ اِنِّیْ رَاَیْتُ اِنَّہٗ خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَآءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ ترجمہ: فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور خارج ہوا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ (خصائصِ کبریٰ جلد 1)

❁ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت میری والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ: اس گھر میں مَیں جس چیز کی طرف نظر کرتی وہ منور نظر آتی اور اُس رات میں نے دیکھا کہ تارے بالکل قریب آگئے یہاں تک کہ میں کہتی تھی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تولد فرمایا تو ان سے نور چمکا جس کی وجہ سے گھر کے در و دیوار روشن ہوگئے۔ یہاں تک کہ مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔ (خصائصِ کبریٰ۔ جلد اوّل)

❁ ابنِ عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں:۔

كُنْتُ اَخِيْطُ فِي السَّحَرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاَبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرُ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاَبْرَةُ لِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ يَا حُمَيْرَا الْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ ثَلَاثًا لِمَنْ حَرَمَ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِيْ (خصائص کبریٰ جلد 1۔ شمائل الاتقیاء، جواہر البحار جلد 4)

ترجمہ: سحر کے وقت میں سلائی کر رہی تھی کہ مجھ سے سوئی گر گئی۔ میں نے اُسے تلاش کیا

مگر مجھے وہ نہ ملی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کے نور کی شعاع سے مجھے وہ گم شدہ سوئی نظر آ گئی۔ میں نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے حمیرا ہلاکت ہے۔ ہلاکت ہے۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنی نظر کو میرے چہرے کی دید سے محروم رکھا۔''

❁ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر سے لے کر قدم تک سارے کے سارے نور تھے اور حیرت کی آنکھ آپ کے جمال باکمال میں خیرہ ہو جاتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند و سورج کی طرح منور اور روشن تھے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور نہ ہی آپ ﷺ کے حسنِ مبارک کا ادراک ممکن ہوتا۔ (مدارج النبوۃ جلد 1)

❁ مُلا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے پردہ نے اُن کی آنکھوں کی بینائی کو ڈھانپ دیا تھا۔ (شرح شمائل)

❁ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔

❁ حضرت شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو ستر ہزار پردوں میں چھپا دیا جائے تا کہ چاند اور سورج کی روشنی چھپ نہ جائے۔ (شمائل الاتقیاء)

❁ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اے طالبِ حق) اس بات کا یقین کر لے کہ بے شک اگر تو تمام موجودات کے سارے انوار، عرش و فرش اور آسمانوں، زمینوں

بہشتوں، پردوں اوران کے اوپر نیچے کے سب انوار جمع کر کے دیکھے تو نورِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک حصہ ہوگا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا نور عرش پر رکھ دیا جائے تو عرش پگھل جائے۔ اور اگر عرش کے اوپر والے ستر حجابات پر رکھ دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر باریک اون کی طرح اڑنے لگیں۔ اور اگر تمام مخلوق کو جمع کر کے اُن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور رکھ دیا جائے تو تمام مخلوق ریزہ ریزہ ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح ربّ تعالیٰ کی ذات اگر بے پردہ ہو جائے تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے۔ (جواہر البحار جلد ۲)

منتقلی نورِ محمدی ﷺ

نورِ محمدی ﷺ تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بعد ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا ''اے آدم (علیہ السلام) یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں۔'' جب حضرت حوا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوا حضرت شیث علیہ السلام کے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے جدامجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ وکمال کے لحاظ سے یکتا بنے۔

❁ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک ہے سو اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا، سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسل در نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا کہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں

اور پاکیزہ رحموں میں منتقل ہو۔

❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک کے حوالے سے روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ اقدس جس پشت میں منتقل ہوتا اس کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ حتیٰ کہ المواہب میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک ان کی پیشانی میں خوب چمکتا تھا اور اس نور کی ایسی عظمت تھی کہ بادشاہ بھی ہیبت زدہ ہو جاتے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

❁ حافظ ابوسعید نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ نے ابوبکر بن ابی مریمؓ اور سعید بن عمرو انصاریؒ کے ذریعے سے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دِن حطیم میں سو رہے تھے۔ اٹھے تو آنکھ میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا تھا اور حسن و جمال میں بڑا اضافہ ہو چکا تھا انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ ان کے والد انہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جوان کی شادی کا حکم دیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلا نکاح قیلہ سے کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا تو ان کے نصیب میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آیا اور ان کے بطن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ متولد ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ جب قریش میں قحط ہوتا تو وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبلِ شبیر پر لے جاتے اور ان کے واسطے اور وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے بارانِ رحمت سے نوازتا تھا۔ (کذافی المواہب)

❁ کتب سیر و فضائل میں بکثرت مروی ہے کہ جب ابرہہ بادشاہ کے اصحاب فیل نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبلِ شبیر پر چڑھے۔ اس وقت آپ کی پیشانی سے نورِ مبارک اس طرح چمکا کہ

اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ آپ نے قریش سے کہا کہ بے فکر ہو جاؤ اس طرح نور کے چمکنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم غالب رہیں گے۔ حضرت عبدالمطلب کے اونٹ کو ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے آپ اس کی واپسی کے لیے ابرہہ کے پاس گئے تو وہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ کی نورانی شکل اور پیشانی میں چمکتے ہوئے نور کی عظمت و ہیبت سے مرعوب ہو گیا اور فوراً تخت سے نیچے اتر آیا، آپ کی بے حد تعظیم کی اور آپ کو اوپر بٹھایا۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا ہاتھی اس نور کے سامنے سجدے میں گر گیا جیسا کہ المواہب، سیرت حلبیہ اور دیگر کتب میں منقول ہے اور اللہ نے اس ہاتھی کو زبان دی اور اس نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا جسے دوسرے لوگ بھی سمجھ گئے۔

❁ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کی پیشانی میں منتقل ہوا۔ ابونعیم، خرائطی اور ابنِ عساکر نے بطریق عطاء حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کو لے کر ایک کاہنہ کے پاس سے گزرے جو تورات، انجیل اور کتب سابقہ کی عالمہ تھی۔ اس کا نام فاطمہ فشمعیہ تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کی پیشانی پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کو نکاح کی دعوت دی مگر آپ رضی اللہ عنہٗ نے انکار کر دیا۔ مذکور ہے کہ پھر آپ رضی اللہ عنہٗ کا نکاح جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بطن میں منتقل ہو گیا تو ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ اسی فاطمہ نامی کاہنہ کے پاس سے دوبارہ گزرے۔ تب اس نے آپ رضی اللہ عنہٗ کی طرف توجہ تک نہ کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا کیا بات ہے اس وقت تو مجھے دعوتِ نکاح دیتی تھی اور آج توجہ تک نہیں کرتی۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ جس نور کی خاطر میں آپ کی طرف راغب ہوئی تھی وہ کوئی اور خوش نصیب لے گئی اب مجھے آپ سے شادی کی حاجت نہیں۔ میری خواہش تھی کہ وہ نور مبارک میرے نصیب میں ہوتا مگر اب ایسا ممکن نہیں رہا کیونکہ وہ نور آپ سے جدا ہو چکا ہے۔

❁ مروی ہے کہ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں منتقل ہوا وہ جمعہ کی رات تھی۔ اس رات جنت الفردوس کا دروازہ کھول دیا گیا اور ایک منادی نے تمام آسمانوں اور زمین میں ندا دی! ''آگاہ ہو جاؤ وہ نور جو ایک محفوظ اور مخفی خزانہ تھا، جس نبی ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متولد ہونا تھا وہ آج رات اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہو گئے جہاں ان کے جسدِ عنصری کی تکمیل ہوگی اور وہ لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بن کر دنیا میں تشریف لائیں گے'' اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی آیا، کہ ساتھ منادی نے یہ بھی کہا ''آمنہ (رضی اللہ عنہا) تمہیں مبارک ہو تمہیں مبارک ہو۔''

❁ مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں منتقل ہوا تو قریش قحط سالی میں مبتلا تھے، وہ فوراً ختم ہوگئی، زمین ہری بھری ہوگئی، درخت سرسبز و شاداب ہو گئے، ہر طرف سے اناج پھل اور سبزیاں آنے لگیں اور تاریخ میں اس سال کا نام کشادگی اور خوشحالی کا سال پڑ گیا۔

❁ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے بطن میں تشریف لائے تو مجھے خواب میں بشارت دی گئی کہ آپ اس امت کے سردار (اور ایک روایت کے الفاظ ہیں تمام انسانوں کے سردار) کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں اور جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھنا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ کو میرے پیٹ میں چھٹا مہینہ تھا تو مجھے خواب میں کہا گیا ''تو خیر العالمین سے حاملہ ہے جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھنا اور اس دوران اپنے حال کو چھپائے رکھنا۔''

❁ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لائے تو قریش کے گھروں میں جتنے چوپائے تھے اپنی اپنی زبانوں میں باآواز بلند بول پڑے ''ربِ کعبہ کی قسم آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی والدہ کے بطن میں تشریف لے آئے

ہیں''۔اور ایک روایت میں ہے کہ ندا سنائی دی ''مبارک ہو! ابوالقاسم ظاہر ہونے والے ہیں'' اور اس رات مکہ کے ہر گھر میں نور کی چمک دکھائی دی۔

❁ ابنِ ہشام ابوزکریا یحیٰی بن عائذ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں نو ماہ یا بعض روایات کے مطابق اس کے لگ بھگ عرصہ تک رہے اور وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کا حمل اس جتنا آسان اور ہلکا اور بابرکت نہیں دیکھا۔سیرت حلبیہ میں ہے کہ آپ ﷺ اس دوران اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

❁ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت مقدسہ کا وقت قریب آیا تو حسبِ معمول مجھ پر کیفیت طاری ہوئی، پھر مجھے اچانک یوں محسوس ہوا کہ سفید پرندے کے پر کی طرح کسی روشن چیز نے میرے دِل پر مسح کیا ہو جس سے درد فوراً جاتا رہا۔ پھر مجھے جنت کا سفید مشروب پیش کیا گیا جو میں نے پی لیا۔ پھر مجھے ایک عظیم نور نے گھیر لیا، پھر میں نے خوبصورت طویل القامت عورتوں کو دیکھا مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا تم میرے پاس کہاں سے آئی ہو؟ انہوں نے کہا ہم آسیہ (فرعون کی بیوی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں) اور مریمؑ بنتِ عمران ہیں اور ہمارے ساتھ یہ سب جنتی حوریں ہیں۔پھر میں نے زمین سے آسمان تک سفید سی روشنی دیکھی، پھر میں نے فضا میں ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں، پھر میں نے سفید جنتی چڑیوں کو دیکھا جن کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے وہ میرے کمرے پر سایہ فگن ہوگئیں۔ پھر اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب سب روشن ہوگئے اسی وقت میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو نصب کر دیئے گئے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔ پس اسی مشاہدہ کی حالت میں اچانک حضور ﷺ میرے بطن سے باہر تشریف لے آئے اور سارا گھر نور ہی نور بن گیا۔ آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور پھر آپ سجدے میں گر گئے، اس وقت آپ کی حالت تضرع اور گریہ وزاری کی سی ہوگئی، آپ نے انگلی آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھی۔ پھر اچانک آسمان کی طرف سے سفید بادل

نمودار ہوا اس نے حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا اور ایک منادی کی ندا بلند ہوئی کہ حضرت محمد ﷺ کو مشارق و مغارب اور بحر و بر میں پھراؤ تاکہ سب انس و جن، ملائکہ اور چرند و پرند الغرض ہر شے ان کی صورت اور اوصاف کو پہچان لے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل کھل گیا اور آپ دوبارہ نمودار ہوئے اس وقت میں نے آپ کی زیارت کی تو آپ کا جسمِ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور اس سے تازہ کستوری کی خوشبو کے حلے پھوٹ رہے تھے۔ اس وقت غیب سے تین افراد نمودار ہوئے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی، ایک کے ہاتھ میں زمرد کا طشت تھا اور ایک کے ہاتھ میں سفید ریشم کی چادر تھی۔ اس صراحی کے پانی سے آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی گئی جو اسی ریشم میں لپٹی ہوئی تھی اور پھر اسی چادر میں لپیٹ کر لٹا دیا گیا۔ آپ ﷺ کو پیدائشی طور پر سرمہ ڈالا ہوا تھا، ناف بریدہ تھے، ختنہ شدہ تھے۔ (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔) [1]

الغرض نورِ محمدیہ ﷺ کا ظہور حالتِ بشریت میں دنیا کی تاریخ ماہ و سال میں اپنے معیّن وقت پر ہوا۔ یہ آپ ﷺ کا بشری وجود تھا۔ اَصۡطَفٰی وَاحِدًا مِّنۡ خَلۡقِهٖ هُوَ مِنۡهُمۡ وَلَيۡسَ مِنۡهُمۡ (اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ایک کو چن لیا، بظاہر وہ (ﷺ) ان میں سے ہے مگر اپنی حقیقت میں ان سے نہیں)۔ آپ ﷺ کا اس دنیائے آب و گل میں ظہور بھی کامل طور پر ہوا۔ یہاں اگرچہ آپ ﷺ پر بشریت کا اطلاق ہوا: قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ (پ 16۔ سورۃ الکہف 110)۔ ترجمہ: ''آپ ﷺ کہہ دیجیے میں بھی تمہاری مثل ایک آدمی ہوں''۔ نور کی حقیقت اپنے مقام پر رہی لیکن بعض دیکھنے والوں کی نظر کے لئے یہ بشریت حجاب بن گئی کہ وہ اس بشریت کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کو نہ دیکھ سکے: وَتَرٰهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا

---

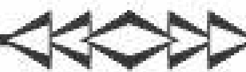
[1] (المواہب اللدنیہ، الخائص الکبریٰ، السیرۃ الحلبیہ، الوفا، الانوار المحمدیہ وغیرہ میں ہے اور انہوں نے اسے ابونعیم، ابوحیان، خطیب بغدادی، ابنِ سعد، طبرانی، بیہقی، نیشاپوری، حافظ ابوبکر اور امام زرکشی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔

یُبۡصِرُوۡنَ (پ9۔سورۃ اعراف 198)۔ترجمہ: ''اور آپ ﷺ دیکھیں، آپ ﷺ کی طرف تکتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے۔''

شعورِ آدمیّت ناز کر اُس ذاتِ اقدس پر　　　تیری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

سائنس کی رو سے بھی آپ ﷺ کا نور ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں تھا اور سائنس کے نکتہ نگاہ سے سایہ اس شے کا بنتا ہے جو کثیف (ٹھوس) ہو کیونکہ سورج کی شعاعیں کثیف (ٹھوس) اشیاء سے ٹکرا کر واپس پلٹ جاتی ہیں اور اس شے میں سے نہیں گزرتیں اس لیے اس شے کا سایہ بن جاتا ہے اور جن لطیف اشیاء میں سے سورج کی شعاعیں گزر جائیں ان کا سایہ نہیں بنتا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مبارک اتنا نورانی اور لطیف تھا کہ سورج کی شعائیں آپ ﷺ کے وجود سے ٹکرا کر واپس پلٹنے کی بجائے اس میں سے گزر جاتی تھیں اس لیے آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا نور آپ ﷺ کی بشریت پر غالب آ کر بشریت کو بھی نور بنا چکا تھا۔

گویا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر میں ''انسانِ کامل'' کا لباس پہن کر تشریف لائے ہیں۔آپ ﷺ صورت میں بشر ہیں اور حقیقت میں نور۔ بے عیب و پاک صاف، شفاف بشریت آپ ﷺ کا اعلیٰ وصف ہے۔آپ ﷺ کی بشریت بھی بے مثل ہے اور اتنی لطیف ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تک نہیں۔



باب 4

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہو تو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی حقیقت نہیں رہتی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصل میں حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے یعنی اُن کا خمیر تیار نہیں ہوا تھا جس سے اُن کے جسد کو بنایا جا سکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت سے نبی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو جدا کیا اور میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی اس لیے بشری ولادت سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی تھے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر نبی میں منتقل ہوتا رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انبیاء سابقین کے روپ میں کائنات میں موجود تھے۔ حالتِ بشریت میں ظہور کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات میں ظاہری اور باطنی طور پر موجود رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اب بھی کامل حیات کے ساتھ کائنات میں موجود ہیں۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''رسول'' کے طور پر دیکھا جائے تو کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا ترجمہ ذرا غور سے پڑھیے...... اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول

ہیں۔اس کو ہم یوں لے سکتے ہیں کہ جو دور بھی گزر رہا ہو اُس کے آپ ﷺ رسول ہیں۔جو گزر گیا اُس کے بھی رسول ہیں، جو گزر رہا ہے اس کے بھی رسول ہیں اور جو گزرے گا اس کے بھی آپ ﷺ رسول ہیں اور رسول وہ ہوتا ہے جو موجود ہو۔اگر ہم حیاتِ نبوی ﷺ کے منکر ہو جائیں تو عقیدہ ختمِ نبوت ﷺ کے بھی منکر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کلمہ مسلمانوں کو عطا فرمایا اس کے الفاظ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) ہی اس حقیقت پر پختہ شہادت ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت قیامت تک اُسی طرح جاری و ساری رہے گی جس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں تھی۔اب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے،'' وہ یہی کہے گا کہ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' اگر کوئی ایسا نہ کہے تو وہ بالاتفاق کافر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا کہ آپ ﷺ کی رسالت کو ابدالآباد تک کے لیے مانا جائے۔ یہ بنیادی تقاضائے ایمان ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کے ماضی میں رسول سمجھے جانے کے تصور کو سرے سے ختم کر دیا اور ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ختمِ نبوت کی حقیقت سے یہ واضح کر دیا کہ دوسرے نبی آئے اور چلے گئے، چونکہ ان کی رسالت عارضی تھی اس لیے نئے نبی بھی آتے رہے مگر حضور ﷺ خاتم النبیین و خاتم الرسل ہیں لہٰذا اب قیامت تک کوئی نیا نبی و رسول نہیں آئے گا۔حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت ہر زمانے میں جاری ہے اور قیامت تک رہے گی۔اس لیے یہ عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ حضور ﷺ اب بھی اسی طرح اللہ کے رسول ہیں جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تھے،اسی طرح ہمارے لیے ہیں اور اسی طرح تا قیامِ قیامت بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے بھی ہوں گے۔فرق صرف اتنا ہے کہ تریسٹھ (۶۳) برس تک آپ ﷺ کو ہر کوئی سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا مگر وصالِ مبارک کے بعد عاشقین و عارفین آپ ﷺ کو سرّ کی آنکھوں سے دیکھتے اور آپ ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتے ہیں۔

اہلِ شعور حضرات کے لئے ایک اور مثال بیان کی جاتی ہے۔حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کو سمجھانے کے لئے صرف یہی مثال کافی ہے کسی دوسری مثال کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ شہدا کے بارے میں فرماتا ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم کو اُن کا شعور نہیں۔ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں اور روزی پا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ گروہوں کا جو ذکر فرمایا ہے ان میں شہداء کا گروہ تیسرا ہے۔ سورہ النساء آیت 69 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین۔

اب اللہ تعالیٰ شہدا کے بارے میں تو فرما رہا ہے کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہیں اور تم اُن کا شعور نہیں رکھتے اور وہ روزی پا رہے ہیں تو کیا پہلا گروہ جو انبیاء کرام کا ہے اور شہداء سے کہیں زیادہ افضل ہے، زندہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور تمام انبیاء کرام کے مسجدِ اقصیٰ میں امام بنے اور تمام انبیاء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگر وہ مردہ تھے تو نماز ادا کرنے کہاں سے آ گئے؟ اب تمام انبیاء زندہ ہیں، شہدا زندہ ہیں، تو حبیبِ خدا جن کے لئے یہ تمام کائنات تخلیق کی گئی اور جن کے سر پر خاتم النبیین کا سہرا سجا، جن کو امام الانبیاء بنایا گیا کیا وہ زندہ نہیں ہیں؟ کتنے بے عقل اور بے شعور اور جاہل لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (نعوذ باللہ) حیات نہیں ہیں۔ کیا کہتے ہیں اس بارے میں وہ جو اہلِ شعور ہیں، نورِ بصیرت، زندہ دل اور علمِ حق رکھنے والے تو اس بات کو سمجھ سکتے ہیں مگر مردہ دل اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ اہلِ شعور نہیں بے شعور ہیں۔

یہ دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

اس راز کو عشق سے ہی پایا جا سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اگر میں نو مرتبہ اس بات کی قسم

کھاؤں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید فی سبیل اللہ ہیں تو مجھے یہ بات اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک مرتبہ ایسی قسم کھاؤں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید فی سبیل اللہ نہیں ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہیں اور شہید بھی ہیں۔ (زرقانی جلد۸، خصائص کبریٰ جلد۲)

❁ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ (جامع صغیر سیوطی جلد 1، خصائص کبریٰ جلد 2)

ترجمہ: انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں وہ نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

❁ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرْزَقُ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ جلد 1)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے اللہ تعالیٰ کا ہر نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔'' اور رزق زندہ کو دیا جاتا ہے مردہ کو نہیں۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَا یَمُوْتُوْنَ وَاِنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ وَیُحَجُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَاِنَّھُمْ اَحْیَآءٌ

(فیوض الحرمین۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

ترجمہ: بے شک انبیاء فوت نہیں ہوتے اور بے شک انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں اور بے شک وہ زندہ ہیں۔

اس حدیث پاک میں نماز تو اپنی قبر میں ہی ادا کرنے کا بیان ہے لیکن حج کرنے کے لیے تو مکہ مکرمہ آنا پڑتا ہے اور یہ تو کوئی زندہ ہی کر سکتا ہے۔

❁ ہم نماز میں، تشہد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجتے ہیں تو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہتے ہیں اور عربی میں ''عَلَیْكَ'' کا صیغہ سامنے موجود یعنی حاضر شخص کے لیے اور ''عَلَیْهِ''

کا صیغہ غیر موجود شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب ہم تشہد میں سلام پڑھتے ہیں تو اس عقیدہ کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حیات ہیں اور موجود ہیں بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہیں۔ اب جو لوگ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکر ہیں وہ ہمت اور کوشش کریں اور نماز میں صیغہ ''عَلَیْكَ'' کو ''عَلَیْهِ'' میں بدل دیں پھر دیکھیں تماشا کیا ہوتا ہے۔ ان کو مرزائیوں کی طرح غیر مسلم قرار دلوانے کے لیے لوگ اُٹھ کھڑیں ہونگے۔

۞ علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں: ''پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین ﷺ کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک رسولوں، نبیوں اور خلفاء کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (صفحہ 165 شرح فصوص الحکم والایقان شرح محمد ریاض قادری)

بقول علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

مومن نہیں جو صاحبِ لولاکؐ نہیں ہے

آپ ﷺ نہ صرف حیات ہیں بلکہ آج بھی آپ ﷺ کی مجلس اسی طرح موجود ہے جس طرح ظاہری حیات میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ موجود تھی۔ عاشق اور عارف آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ دیدارِ حق تعالیٰ مجلسِ محمدی ﷺ میں حاضری کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ حیاتِ نبوی ﷺ اور مجلسِ محمدی ﷺ کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھورحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

۞ ''پس جو شخص حیات النبی ﷺ کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہوسکتا ہے وہ جو بھی ہے جھوٹا ہے وہ بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

۞ جسے حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا اعتبار نہیں وہ ہر دو جہان میں ذلیل و خوار ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دِل مردہ ہو اور اس کا سرمایۂ ایمان و یقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ سن اگر کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مُردہ سمجھتا ہے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کرتا ہے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ (عین الفقر باب پنجم)

علامہ اقبالؒ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:-

❁ میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔ (خط بنام نیاز الدین خاں۔ فتراک رسول۔ 7)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باطن میں دیدارِ الٰہی اور حضوری مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو ایسے انتہائی مقام ہیں کہ ان سے بلند مقام باطن میں اور کوئی نہیں ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح صحابہ کرامؓ کے دور میں تھی۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی شاید ہی کوئی تصنیف ایسی ہو جس میں ''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ ''راہِ حق'' میں یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں طالبِ مولیٰ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی تربیت فرماتے ہیں اور باطن میں اسے معرفتِ الٰہیہ کے مراتب طے کراتے ہیں۔

❁ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ مُحَمَّد ﷺ کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔''

اس عبارت کی شرح اس طرح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک تھا اور اسمِ مُحَمَّد ﷺ آپ ﷺ کی ذات مبارک تھی۔ اب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ تک رسائی کا طریقہ صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ مُحَمَّد ﷺ کا تصور ہے

بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو اور یہ بات طالب کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور کے پہلے دن ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس نے جہاں سے اسمِ اَللّٰہُ ذات یا اسمِ مُحَمَّد ﷺ حاصل کیا ہے وہ مرشد کامل ہی کی بارگاہ ہے۔

حضرت سخی سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

❁ ''رُخِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنافی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

❁ جان لے اُمت پیروکار کو کہتے ہیں اور پیروکار وہ ہے جو قدم بقدم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چل کر خود کو ان کی مجلس میں پہنچائے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو راہِ حضوری نہیں جانتے لیکن نفس پرستی، خودنمائی اور کبر وہوا کے باعث عارفانِ باللہ سے طلب بھی نہیں کرتے۔ بھلا جو شخص نظرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں منظور و حضور ہی نہیں وہ مومن، مسلمان، فقیر، درویش، عالم فقیہہ، پیروکار اور اُمتی کیسے ہو سکتا ہے؟ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حضوری ہدایت کی جڑ ہے اور یہ ہدایت بدایت (ابتدا، بنیاد) میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔'' ظہورِ حق کی ابتدا چونکہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور سے ہوئی اور تمام مخلوق نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ظہور پذیر ہوئی اس لئے ''ابتدا'' نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے، لہٰذا ابتدا نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچنا ہی انتہا ہے۔ یہی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری ہے اور یہی سرِّ ہدایت ہے۔ جو شخص اس کا قائل و طالب نہیں وہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی و پیروکار ہی نہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ معرفت خدائی بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو عارفوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مجلس کی حضوری کے حالات یوں ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر میں نفسانی لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے نفسانی وجود کے ساتھ اُن سے گفتگو فرماتے ہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باطن میں روحانیوں سے

ملاقات کرتے ہیں تو اپنے روحانی وجود کے ساتھ اُن سے ہم کلام ہوتے ہیں اور جب آپ ﷺ اپنے لب مبارک ہلاتے ہیں تو اہلِ تحقیق عبرت وحیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ کیونکہ نفسانی بندہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ اس سے مخاطب ہیں اور روحانی سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ اس سے ہم کلام ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے وجود میں نفس کو فنا کر رکھا ہے جس سے نفس کا یار شیطان بہت پریشان ہے۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوں لیکن نفسانی لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اُن سے ہم کلام ہوں اور روحانی سمجھتے ہیں کہ میں اُن سے مخاطب ہوں۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ جان لے کہ باطن میں ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہنے والا طالب اگر کسی دینی یا دنیوی کام کے لئے التماس کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی درخواست منظور فرما لیتے ہیں اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ اس کے لئے دعائے خیر فرما دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کام نہیں ہوتا اس کی وجہ کیا ہے؟ اس طالب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی وہ کمال کو نہیں پہنچا، ابھی وہ ترقی کر رہا ہے اور طلب کے مشکل مرحلے میں ہے اس لئے باطن میں اسے اس کی درخواست کا نعم البدل عطا کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے باعثِ فرحت ہوتا ہے ترقی قرب کے اس مرتبے پر اسے مبارکباد ہو۔ اگر طالب جاہل ہے یا مردار دنیا کا طالب ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسِ خاص میں طلب دنیا کا سوال کر دیتا ہے تو اس نالائق کو اس مجلسِ خاص سے نکال دیا جاتا ہے یا اس کا مرتبہ اعلیٰ سلب کر لیا جاتا ہے۔ جس طالب کا ظاہر باطن ایک ہو جائے اور وہ یکتائی کے مقام پر قائم رہے اور اس کے درجات میں ترقی نہ ہو تو وہ توحید میں غرق ہوتا ہے اور توحیدِ الٰہی ایسے ہی اہلِ توحید پر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دروازہ کھولتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ روز و شب در طلبِ نبویؐ با حضور   مرد مرشد میرساند خاص نور
ہر کہ منکر میشود زیں خاص راہ   عاقبت کافر شود با رو سیاہ

ترجمہ: دِن رات مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی طلب کر لیکن یاد رکھ اس خاص نور

تک مرد مرشد ہی پہنچا سکتا ہے۔ جو کوئی اس خاص راہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہو کر روسیاہ ہو جاتا ہے۔ (مجالستہ النبی خورد)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست   اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

ترجمہ: تو محمد مصطفی ﷺ (مجلسِ محمدی ﷺ) تک خود کو پہنچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مکمل دین ہیں۔ اگر تو اُن (مجلسِ محمدی ﷺ) تک نہیں پہنچتا تو تیرا سارا دین ابولہب کا دین ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ مجلسِ محمدی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

باطن میں مجلسِ محمدی ﷺ کی دائمی حضوری دوسرا بڑا مقام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اسمِ اَللّٰہُ ذات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اس لئے ان کو اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ مُحَمَّد ﷺ کے تصور کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن اب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے اسمِ اَللّٰہُ ذات یا اسمِ مُحَمَّد ﷺ کا تصور ضروری ہے بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ جب اسمِ اَللّٰہُ ذات یا اسمِ مُحَمَّد ﷺ کے نور سے طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہچان ہوتی ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

پس ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حیات ہیں اور ہر زمانہ میں اس زمانہ کی شان کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آتی تو سورۃ رحمٰن کی آیت 29 ''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ'' کو سمجھنے کی کوشش کر ہر حقیقت تجھ پر کھل جائے گی۔

باب 5

شاہدِ کائنات

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعتبار سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحِ کائنات اور اصلِ عالم ہیں اور باعتبار اصل موجودات اور باعتبارِ نورانیت ونورِ نبوت وروحانیت عالم کے ذرّہ ذرّہ میں موجود ہیں اور کائنات کے ایک ایک ذرّہ کے شاہد (مشاہدہ کرنے والے یعنی دیکھنے والے) ہیں اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری وساری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنِ واحد میں متعدد مقامات پر جلوہ افروز ہو سکتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر جگہ موجود یعنی حاضر ناظر ہیں۔ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہر امتی اور اس کے اعمال دیکھ رہے ہیں۔

قرآنِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس شان کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

- وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ۔143)

ترجمہ: اور یہ رسول تم پر گواہ ہیں۔

- وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ۔ (پ۵۔النساء آیت ۴۱)

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم آپ کو ان سب لوگوں پر شہید (گواہ) بنا کر لائیں

گے۔

❁ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا۔ (پ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۴۵)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو شاہد (گواہ) بنا کر بھیجا ہے۔ یاد رکھیں دنیا کی ہر عدالت چشم دید گواہی قبول کرتی ہے۔ کسی واقعہ یا وقوعہ کے متعلق سنی سنائی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ یہاں تو کائنات کی سب سے بڑی عدالت میں گواہی کی بات ہو رہی ہے۔

❁ حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب لوگوں پر گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ نبوت سے ہر مومن و دین دار کے اس رتبہ و مرتبہ کو جانتے ہیں جس مرتبہ و رتبہ کو وہ پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔ اس کے اُس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وہ رُکا ہوا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجاتِ ایمان کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو (یہ سب قلبی کیفیات ہیں جو دِل کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں) جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکمِ شرع اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

❁ وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ۔ (پ ۱۱۔ سورہ التوبہ۔ آیت ۹۴)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے بلکہ فرمایا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں۔ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال دیکھ رہے تھے؟ اگر یہ فرض بھی کر لیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف صحابہ کرامؓ کے ہی اعمال دیکھ رہے تھے تو کیا صحابہ کرامؓ تمام اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یا موجودگی میں کرتے تھے؟ جو اعمال وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غیر موجودگی یا اپنے گھروں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اوجھل ہو کر کرتے تھے کیا وہ اعمال آپ صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نہیں دیکھ رہے تھے؟ اس سے ثابت ہوا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے نہیں ہوتے تھے' بھی دیکھ رہے تھے تو اب بھی اسی طرح وہ تمام اُمت کے اعمال دیکھ رہے ہیں اور ہر اُمتی کے عمل کے گواہ ہیں۔ محشر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ۔ (پ۲۱۔ الاحزاب آیت ۶)

ترجمہ: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مومنوں کی جان سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

اس آیت میں مومن کا ذکر ہوا ہے مسلمان کا نہیں۔ مسلمان اقرار باللسان کرتا ہے اور مومن تصدیق بالقلب کرتا ہے۔ اور کوئی بھی مومن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب سے محروم نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث　　　مومن نہیں جو صاحبِ لولاکؐ نہیں ہے

مفہوم: تمام کائنات مومنِ جانباز کی ملکیت ہے لیکن وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرب حاصل نہیں ہے۔

جہان تمام ہے میراث مردِ مومن کی　　　مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاکؐ

مفہوم: تمام دنیا مومن کی میراث ہے اور میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو قربِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاصل ہوتا ہے۔

اس حقیقت کی طرف یہ حدیثِ مبارکہ بھی اشارہ کرتی ہیں:۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ (بخاری جلد 1 وجلد 2۔ تفسیر درمنشور جلد 5)

ترجمہ: کوئی مومن ایسا نہیں جس سے دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت میں زیادہ قریب نہ ہوں۔ (یعنی تمام لوگوں کی بہ نسبت میں مومنوں کے زیادہ قریب ہوں)۔

❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

يَا بُرَيْدَةُ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (تفسیر در منثور جلد ۵)

ترجمہ: اے بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) تمام مومنوں سے ان کی جانوں سے بہ نسبت میں زیادہ قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واقعی تمام مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا (مشکوٰۃ شریف۔ مسند احمد)

ترجمہ: وہ لوگ میرے بہت قریب ہیں جو متقی ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مومن کے قریب ہیں مگر ملائکہ کی طرح پوشیدہ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرب اور دیدار اُس خوش بخت کو حاصل ہوتا ہے جس سے حجاباتِ بشری اُٹھ جاتے ہیں۔

❁ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (پارہ 22) میں بیان فرماتے ہیں:۔

احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روح بمع جسم زندہ ہیں۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمین کے کونوں میں، عالمِ غیب میں، فرشتوں کے عالم میں، عالمِ ارواح میں، جہاں چاہیں سیر فرماتے اور تصرف فرماتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی ہیئت پہ ہیں جس ہیئت وشکل میں قبل از پردہ پوشی تھے وہ ہیئت وشکل اور صورت ویسی کی ویسی ہے اس میں سے کچھ نہیں بدلا۔البتہ بے شک آپ لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے گئے ہیں جیسا کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی بمع اجساد زندہ ہیں۔جس کو اللہ تعالیٰ دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعمت سے نوازنا چاہتا ہے اس سے حجابات (پردے) اُٹھا دیتا ہے اور وہ خوش نصیب حضور صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ ﷺ کی اصلی و حقیقی ہیئت و شکل و صورت میں دیکھتا ہے۔ جسدِ عنصری کے دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور یہ رویئت جسمِ مثالی کی تخصیص کی طرف داعی نہیں۔

❁ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے 75 مرتبہ جاگتے ہوئے آنکھوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور بہت سی ان احادیث کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا جن کو محدثین نے اپنے طریق سے ضعیف قرار دے رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تصحیح فرمائی تو امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو صحیح لکھا۔ (میزانِ کبریٰ للشعرانی۔ جلد 1)

❁ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، سے محاصرہ کے وقت ملنے گئے تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، نے انہیں بتایا ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محاصرہ میں میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا ''اے عثمانؓ! اِن لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کی کہ جی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر پوچھا! آپ کو اِن لوگوں نے پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی! جی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈول لٹکا دیا، اس میں پانی تھا میں نے سیراب ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ میں نے اس پانی کی ٹھنڈک اپنے سینے اور دو کاندھوں کے درمیان محسوس کی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو آپ (رضی اللہ عنہ) کی امداد کی جائے اور اگر آپ (رضی اللہ عنہ) چاہیں تو ہمارے ہاں آکر افطار کریں، تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں افطار کرنے کو پسند کیا۔'' اور اسی روز حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، شہید کر دیئے گئے۔

(حاوی للفتاوی جلد 2)

❁ امام عبد الوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ صحیح بخاری جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھی۔ (فیض الباری للکشمیری جلد 1)

❁ شیخ ابو العباس مرسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں ایک دَم کے لئے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا نہیں ہوا ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتا ہوں اگر پلک جھپکنے کے برابر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے اوجھل ہو جائیں اور میں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھوں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔'' (جامع کرامات اولیاء۔ امام نبھانی)

امانتِ فقر اور تمام روحانی مراتب و درجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت اور اجازت کے بغیر نہ کوئی قطب بن سکتا ہے، نہ غوث، نہ اوتاد ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ولی۔

❁ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب امیر الکونین میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں عرصہ 30 سال تک مرشد کامل کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا آخر ایک مرتبہ اس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم باطن میں ہاتھ پکڑ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''میرا ہاتھ پکڑ لو' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے دستِ بیعت فرما کر تعلیم و تلقین فرمائی اور حکم فرمایا ''اے باھُو! خلقِ خدا کی باطن میں امداد کیا کرو۔'' بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے حضرت پیر دستگیر محبوبِ سبحانی شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے سپرد کر کے فرمایا ''یہ فقیر باھُوؒ ہمارا نوری حضوری فرزند ہے اس کو آپ (رضی اللہ عنہٗ) بھی باطنی تلقین وارشاد سے نوازیں'' چنانچہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہٗ نے بھی اپنے باطنی فیض سے مالا مال فرمایا۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کا یہ واقعہ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظاہر کرتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ سب لوگوں پر گواہ ہیں اور ہر ایک کے اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ گواہی ہمیشہ دیکھ کر ہی دی جاتی ہے بن دیکھے کہیں بھی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے قیامت کے دِن آپ ﷺ نہ صرف اپنی اُمت کے ہر فرد کے اعمال کی بلکہ پچھلی اُمتوں کے ہر فرد کی بھی گواہی دیں گے کیونکہ اصل وجود جو حقیقتاً سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) ہے ازل سے ایک ہی ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

باب 6

بصارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

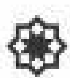
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہیں اور دنیا کے ہر انسان کے عمل کو دیکھ رہے ہیں اور ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ہوں اور ظاہر و باطن میں کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو۔ اس لیے بصارتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی کوئی حد نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَا رَاكُمْ وَرَآءَ ظَهْرِيْ (بخاری جلد 1)

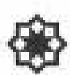
ترجمہ: تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ دوسری طرف ہے۔ اللہ کی قسم نہ تمہارا رکوع مجھ سے مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع مجھ سے پوشیدہ ہے۔ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

خشوع ایک قلبی کیفیت ہوتی ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ اور مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر انسان کی ظاہری اور باطنی کیفیات اور حقیقت، دونوں سے آگاہ ہیں۔

 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ م بِیَدِہٖ لَوْرَ أَیْتُمْ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالُوْا وَمَا رَ أَیْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَأَیْتُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ (صحیح مسلم جلد 1)

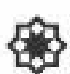
ترجمہ: پس بے شک میں آگے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو ہنسو تھوڑے اور روؤ زیادہ۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا دیکھتے ہیں؟ فرمایا! جنت و دوزخ۔

 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَاِنِّیْ اَرٰکُمْ خَلْفَ ظَھْرِیْ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)

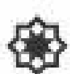
ترجمہ: بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔

 اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَرٰی فِی الظُّلْمَآءِ کَمَا یَرٰی فِی الضَّوْءِ

ترجمہ: حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اندھیرے میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح کہ دن کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ (خصائص کبریٰ جلد 1)

 حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَرٰی بِاللَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا یَرٰی بِالنَّھَارِ فِی الضَّوْءِ (خصائص کبریٰ جلد 1)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کے اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بصارت مبارک پوری کائنات کو دیکھ رہی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا (صحیح بخاری جلد 2۔ صحیح مسلم جلد 2۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور بیشک حوضِ کوثر کو میں اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ۔ ترمذی)

ترجمہ: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (المواہب قسطلانی جلد 2۔ جواہر البحار جلد 3)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو میرے سامنے پیش فرما دیا اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (المواہب قسطلانی جلد 2۔ جواہر البحار جلد 3)

مندرجہ بالا حدیث کو طبرانی اور ابونعیم احمد بن عبداللہ نے اس طرح ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا ہے:

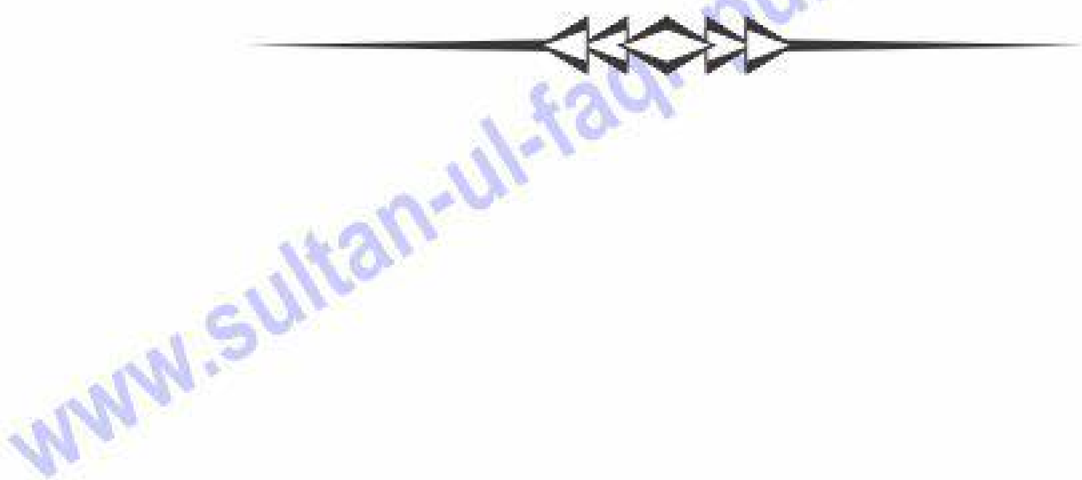
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ جَلَیَانٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی جَلَاہُ لِنَبِیِّہٖ کَمَا جَلَاہُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِہٖ (جواہر البحار۔ المواہب قسطلانی)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے پیش فرما دی تو میں اسے اور جو کچھ

اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن فرمائی تھی۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصارت کی کوئی حد نہیں ہے۔اور ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب سے کچھ نہیں چھپایا جاتا بلکہ اس پر ہر حقیقت کھول دی جاتی ہے اور ہر خزانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔

بے شک حضورِ اکرم ﷺ کی بصارت کی کوئی حد نہیں ہے اور ازل سے ابد تک تمام کائنات اور اس کی موجودات آپ ﷺ کی نگاہ میں ہیں۔



باب 7

کائنات کے مختارِ کُل

انسانِ کامل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام ظاہری و باطنی خزائن کے مختارِ کُل اور مختارِ مطلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام ظاہری و باطنی خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام جملہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تقسیم فرماتے ہیں۔ دنیا میں کسی کو ظاہری اور باطنی طور پر کوئی نعمت یا مرتبہ ملا تھا، مل رہا ہے، ملا ہے یا ملے گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی ملے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام خزائن کے قاسمِ مطلق ہیں۔ نظامِ تکوین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مختارِ کُل ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مملکت کے مالک ہیں، متصرف ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ (پ10۔توبہ59)

ترجمہ: اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دیئے پر راضی رہتے اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اب بھی دے گا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی دے گا۔

❁ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ (احزاب۔37)

ترجمہ: اللہ نے اُسے نعمت بخشی اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اُسے نعمت دی۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

بَيۡنَا اَنَا نَائِمٌ اُوۡتِيۡتُ بِمَفَاتِيۡحِ خَزَائِنِ الدُّنۡيَا (بخاری ومسلم)

ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائین کی کنجیاں میرے حوالے کی گئیں۔

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اُعۡطِيۡتُ مَفَاتِيۡحَ الۡاَرۡضِ (مسند احمد۔ جامع صغیر جلد 1)

ترجمہ: مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعۡطِيۡ (صحیح بخاری)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا) میں قاسم وخزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

❁ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حدیثِ قدسی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ بِهٖ اٰخُذُ وَاُعۡطِيۡ (کنز العمال جلد 2)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں میں انہی کے واسطہ سے لوں گا اور انہی کے وسیلہ سے دوں گا۔

قیامت کے دن بھی بخشش وعزت کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مختار ہوں گے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلۡكَرَامَةُ وَالۡمَفَاتِيۡحُ يَوۡمَئِذٍ بِيَدِيۡ (مشکوٰۃ۔ جواہر البحار جلد 1۔ خصائص کبریٰ جلد 2)

ترجمہ: قیامت کے روز عزت اور چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

❁ حضرت امام الفاسی رحمتہ اللہ علیہ لفظ ''قاسم'' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جہان میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہیں اور حضرت الوہیت کا واسطہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور بخششوں کے متولی ہیں۔ جس کسی کو اس جہان میں کوئی نعمت ملی ہے یا دنیا، آخرت، ظاہر، باطن، علوم معارف اور اطاعات سے جو رزق ملا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے ملا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنت کے حقداروں میں جنت تقسیم فرماتے ہیں۔ (اسی لئے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت طلب کی تھی۔ مسلم شریف) خدائی خزانوں میں سے ہر چیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ سے ہی باہر آتی ہے۔'' (مطالع المسرات)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔'' (مولد رسول اللہ صفحہ 20)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے موقع پر رضوانِ جنت نے اعلان فرمایا! ''اے اللہ کے خلیفۂ اعظم! تیرے ساتھ ہی نصرت کی کنجیاں ہیں۔'' (خصائص کبریٰ)

❁ ابو نعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ طیبہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے فوراً بعد یہ اعلان سنا گیا کہ کوئی اعلان کر رہا تھا کہ نصرت کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے قبضہ فرما لیا ہے۔ واہ، واہ ساری دنیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مٹھی میں آگئی ہے، زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اِن کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (دلائل النبوۃ، جواہر البحار، خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلافتِ الٰہیہ کے مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خزانہ فقر کی کنجیاں، ولایت کی کنجیاں، روحانیت کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، جنت و جہنم کی کنجیاں اور نفع و عزت کی کنجیاں

عطا فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کے ظاہر و باطن کے مختارِ کُل ہیں اور جس کو جو چاہیں عطا فرمادیں۔

امام ابنِ سبع فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جاگیر کردی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار ہے کہ اس میں سے جتنی چاہیں جس کو بخش دیں۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زمین اور جنت کی زمین کے مالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زمین فتح ہونے سے پہلے جس کے نام چاہتے ہیں الاٹ فرمادیتے ہیں۔ بیت المقدس میں ایک بستی فتح ہونے سے قبل ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت تمیم داری اور ان کی اولاد کے نام جاگیر فرمادی۔ وہ بستی آج تک ان کی اولاد کی ملکیت و قبضہ میں چلی آرہی ہے۔ بعض حاکموں نے اس ملکیت کو تبدیل کرنا چاہا تو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے حاکم پر کفر کا فتویٰ جاری کردیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو جنت کی زمین جس کے نام چاہتے ہیں جاگیر فرمادیتے ہیں تو دنیا کی زمین بطریق اولیٰ جس کے نام چاہیں الاٹ فرمادیں۔ اُن کی الاٹمنٹ کو منسوخ کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟

امام الفاسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدِ کامل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت (سرداری) دنیا و مافیہا حتیٰ کہ جن وانس کی حفاظت کے لئے ہے اور یہ سیادت بحر و بر میں نافذ، متقدم اور متاخر ساکنانِ سمٰوٰت اور اہلِ قیامت کُل کے کُل اور اہلِ جنت سب کے سب کو میں شامل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانِ کامل ہیں جو علی الاطلاق مِلک اور ملکوت میں خلیفہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء و صفات کے اسرار نازل فرمائے اور جن کو بسائط اور مرکبات میں تصرف کی قدرت بخشی ہے۔

امیر عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ وہ ہے کہ کوئی ممکن بعطاءِ الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدرت سے خارج نہیں جیسا کہ آپ ﷺ

کے خالق کی قدرت سے کوئی ممکن خارج نہیں۔ نظامِ کائنات کے تمام صوبے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ فرمان ہیں اور تمام خزانوں کی کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک میں ہیں۔ جتنا اور جو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حق اور خلق کے درمیان برزخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مراد (یعنی ہدایت و ایمان) کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جاری کرنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علمِ قدیم اور ارادہِ ازلیہ کے مظہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ حق تعالیٰ کا ہی ارادہ ہے۔

آپ ﷺ کے مختارِ کُل ہونے کے متعلق ایک واقعہ درج کیا جا رہا ہے:-

❁ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے خشک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے منبر تیار کیا گیا اور آپ ﷺ منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے تو وہ تنا آپ ﷺ کے فراق میں رونے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تنے کے پاس گئے اور اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:-

''اگر تُو چاہے تو میں تجھے اُسی جگہ گاڑھ دوں جہاں تُو پہلے تھا اور تُو سرسبز و شاداب ہو جائے جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ اور اگر تُو چاہے تو میں تجھے جنت میں بو دوں جہاں تُو جنت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہو اور تُو اچھی طرح اُگے اور اچھی طرح پھل دے اور تیرا پھل اولیاء اللہ کھائیں۔''

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے بعد دو مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا ''میں نے ایسا کر دیا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تنے نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ میں اُسے جنت میں بو دوں۔'' (دلائل النبوۃ۔ خصائص کبریٰ جلد 2)

اس حدیثِ مبارک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختارِ کُل ہونے کا اظہار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم نے نہ صرف خشک تنے کو سرسبز بنا دیا بلکہ جنت تک ہاتھ پہنچا کر اُسے وہاں بھی لگا دیا۔ تنے کے رونے کی آواز سننے سے سماعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وسعت کا علم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر مخلوق اور نباتات و جمادات کی آواز سن سکتے ہیں اور سمجھ

سکتے ہیں۔

❁ ابو نعیم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے میری مدد فرمائی اور مجھے نصرت عطا فرمائی میرے آگے رعب کیا اور مجھے سلطنت و ملک عطا فرمائے۔'' (جواہر البحار جلد 1۔ خصائص کبریٰ جلد 2)

المختصر مستند احادیث و روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام ظاہری باطنی خزائن کے مختارِ کُل اور قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود اپنی بادشاہت اور تمام کائنات کا مختارِ کُل بنایا ہے اور یہی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔



باب 8

وسعتِ علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے 'قلم' کو پیدا فرمایا''۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سِرّ الاسرار میں اس کی شرح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں: ''اور (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) ''قلم'' سے موسوم فرمایا اس لیے کہ ''قلم'' علم کو منتقل کرنے کا باعث ہے جیسا کہ حروف کے عالم میں ''قلم'' علم نقل کرنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام موجودات وتخلیقات کا خلاصہ اور کائنات کی تخلیق کا آغاز اور اصل ہیں''۔

کائنات کی ہر شے اور ہر گوشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں ہے یعنی تمام موجودات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احاطہ علم میں ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب جانتے ہیں۔ ہر قسم کے علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیئے ہیں۔ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے، ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر واضح فرما دیا ہے۔ لوح وقلم کے جملہ علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہیں بلکہ لوح وقلم کے جملہ علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کے سمندر کے چند قطرے ہیں۔ عارفین کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تمام علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کر رکھا ہے اور صفتِ علیم سے کامل اور اکمل طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

❁ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ ﴿﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔(پ29۔الجن آیت26-27)

ترجمہ: اللہ غیب کو جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

❁ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۪ (پ4۔آلِ عمران۔ 179)

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہیں غیب کا علم عطا کر دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

رسولوں میں محبوب رسول آپ ﷺ ہی ہیں اس لیے آپ ﷺ کے علمِ غیب کا انکار کیا کفر نہیں ہے؟

❁ حضرت عبد الرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَیْنَ كَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جامع ترمذی جلد 2۔ مشکوٰۃ جلد 1 باب المساجد)

ترجمہ: (معراج میں) اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں نے وہ سب جان لیا۔

❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

وَضَعَ كَفَّهٗ بَیْنَ كَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ كُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ (مسند احمد جلد 5۔ امام ترمذی و بخاری نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی یہاں تک کہ میں نے

اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدَيَّ وَبَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدَيَّ فَعَلِمَنِيْ كُلَّ شَيْءٍ (درمنشور جلد 5)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ اور میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کا علم دے دیا۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ قُطِرَتْ فِيْ حَلْقِيْ قَطْرَةٌ عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔ (تفسیر روح البیان جلد ۵)

ترجمہ: شبِ معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَاَوْرَثَنِيْ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلَّمَنِيْ عُلُوْمًا شَتّٰى فَعِلْمٌ اُخِذَ عَلَيَّ كِتْمَانُهٗ اِذْ عَلِمَ اَنَّهٗ لَا يَقْدِرُ عَلٰى حَمْلِهٖ غَيْرِيْ وَعِلْمٌ خُيِّرَنِيْ فِيْهِ وَعِلْمٌ اَمَرَنِيْ بِتَبْلِيْغِهٖ اِلَى الْعَامِّ وَالْخَاصِّ (تفسیر روح البیان جلد 3۔ صحائف السّلوک صحیفہ 56۔ از خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین و آخرین کے علم کا وارث بنایا اور مختلف علوم کی مجھے تعلیم فرمائی۔ ایک وہ علم ہے کہ جس کا چھپانا مجھ پر لازم کر دیا گیا ہے کیوں کہ وہ ایسا علم ہے جس کو میرے بغیر کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا علم وہ ہے کہ جس کے بتانے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اور تیسرا علم وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ ہر خاص و عام کو تبلیغ کروں۔

❁ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِی الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا (صحیح مسلم)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَۃَ (صحیح بخاری)

ترجمہ: جو چاہو مجھ سے پوچھ لو تو ایک مرد نے عرض کی میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا کھڑا ہو گیا۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ شیبہ کا مولےٰ سالم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَالَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ (صحیح بخاری)

ترجمہ: جو شخص جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے۔ تم مجھ سے جو کچھ پوچھو گے میں تمہیں بتلاؤں گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرَیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتَّی الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ (صحیح بخاری)

ترجمہ: جو جو چیزیں مجھے نہیں دکھائی گئی تھیں وہ سب چیزیں مَیں نے یہاں دیکھ لیں۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیا۔

اب ہم ایک متفق علیہ حدیث نقل کر رہے ہیں جو مختلف صحابہؓ سے روایت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علم عطا فرما دیا تھا۔

عَنْ طَارِقِ بْنِ شَھَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَامَ فِیْنَا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَّسِیَہٗ (بخاری شریف)

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دی۔ اسے جس نے یاد رکھا' یاد رکھا جو بھول گیا' بھول گیا۔

اس حدیث کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہو چکی ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا۔

❁ اس حدیث کی شرح میں سند الحفاظ علامہ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں:

ودل ذلك علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذلك الخبار عن المبداء والمعاش والمعاد وفی تیسیر ایداد ذلك کل فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم (فتح الباری سادس 291)

ترجمہ: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال، جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہو گی اور جب تک اٹھائی جائے گی، سب بیان فرما دیا۔ اور یہ بیان شروع آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

❁ علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں:۔

فی دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الی انتهائها وفی ایراد ذلك کله فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادة

ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اوّل

سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

اس موضوع کی اور بھی حدیثیں ہیں جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے کتاب القدر اور امام مسلم نے فتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

❁ لقد خطبنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیھا شیئا الی قیام الساعۃ الاذکرہ علمہ من علمہ و جھلہ من جھلہ ان کنت لا ری الشی قد نیست فاعرف ما یعرف الرجل اذا غالب فرآہ فعرفہ۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا تذکرہ نہ فرمایا ہو (یعنی سب کا تذکرہ فرمایا) اسے جانا، جس نے جانا جو نہ جان سکا، نہ جان سکا۔ میں بھولی ہوئی کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شدہ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے۔

❁ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

❁ صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صلوۃ الصبح فصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر ثم نزل فصلی الظھر ثم صعد المنبر فخطبنا حتی العصر ثم نزل فصلا العصر فصعد المنبر فخطبنا حتی غابت الشمس فحدثنا فیما کان وما ھو کائن فا علمنا احفظنا۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے، پھر عصر پڑھی اور پھر اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس خطبے میں وہ سب بیان فرمایا جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ

علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

❁ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یوما صلوة العصر بنهار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا اخبرنا به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس کی ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا' یاد رکھا' جو بھول گیا' بھول گیا۔

❁ طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ان الله رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیمة کا نما انظر الی کفی هٰذهٖ جلیانا من الله جلالی کما جلی للنبیین من قبلی۔

ترجمہ: بے شک اللہ نے دنیا میرے سامنے کردی تو میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں، امام احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، علامہ ابنِ حجر مکی نے افضل القریٰ میں، علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض میں اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے مواہب کی شرح میں اس حدیث کا بطور سند ذکر فرمایا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں، امام بخاری نے بخاری میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

قام فینا النبی صلی الله تعالی علیه وسلم مقاما فا خبرنا بما یکون فی

امته الی یوم القیمه وعاہ من وعاہ و نسیه من نسیه۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بتا دیا۔ جس نے یاد رکھا' یاد رکھا جو بھول گیا' بھول گیا۔

❁ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر فرمایا:

هذا حديث حسن و فی الباب عن المغيرة بن شعبة وابی زيد بن اخطب و حذيفة وابی مريم ذكره ان النبی صلی الله تعالی عليه وسلم حدّثهم بما هو كائن الی ان تقوم الساعة۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں مغیرہ بن شعبہ، ابوزید بن اخطب، حذیفہ اور ابومریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ان سے بیان فرمایا۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا علم ہے کیونکہ آپ ازل سے ابد تک موجود ہیں۔

باب 9

حُسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ مجسّم اور سر تا قدم حُسنِ مجسّم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلوۂ حُسنِ مطلق اور آئینہ جمالِ کبریا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساری کائنات سے حسین و جمیل بنایا۔

''نورِ احدیت'' ''سِرِّ وحدت'' کے ''حُسنِ کامل'' نے (جس کی مثل کوئی نہیں) عاشقوں کے دیدار کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیکرِ محسوس اور اپنا مظہرِ اُتم بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک ہی ''اسمِ ذات'' ہے اس لیے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق دیکھا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ ''شمائمِ امدادیہ'' میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ''اللہ رب العزت'' کو دیکھا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال کو دیکھ کر ہر کوئی مبہوت و بے خود رہ جاتا۔ حسن اور تناسبِ

اعضاء کے اعتبار سے آپ ﷺ کی خوبصورتی ورعنائی اپنی مثال آپ تھی۔

حُسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضاداری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کو مختلف معجزات اور خوبیاں عطا کیں مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو بے مثال حسن، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک پھونک کے ذریعے بیماروں کو شفا عطا کرنے کی قوت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا کیا کہ جب وہ اپنے ہاتھ کو بغل میں رکھ کر کچھ دیر بعد باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح چمکتا۔ یہ سب خوبیاں جوان انبیاء میں علیحدہ علیحدہ موجود تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ذات میں سب کی سب جمع ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''حُسنِ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں اگر حضورِ اکرم ﷺ کا حُسن و جمال زمانے پر ظاہر کر دیا جاتا تو لوگ اپنی گردنیں کاٹ لیتے''۔

حُسنِ یوسفؑ بے حجاب تھا اور اس میں منہمک ہونے والی عورتیں تھیں جنہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور انہیں اس حُسن کے جلووں میں انہماک کے سبب انگلیاں کٹنے کی خبر تک نہ ہوئی لیکن حُسنِ مصطفیٰ ﷺ عام مخلوق کے لیے حجاب میں تھا۔

❁ امام زرقانیؒ نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حُسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حُسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں (ظاہری آنکھیں۔ نورِ بصارت) حضور ﷺ کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں''۔

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابنِ حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول جواہر البحار جلد دوم میں نقل کیا ہے:۔

❁ ''بعض آئمہ کا یہ کہنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام حُسن و جمال ہم (یعنی عام مخلوق) پر ظاہر نہیں گیا''، یعنی آپ ﷺ کے حسن کو بے حجاب نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ کے حُسنِ

بے حجاب کے لیے عشق کو کسوٹی بنایا گیا اور اس حُسنِ بے حجاب کے لیے باطنی آنکھ یا نورِ بصیرت کو ضروری قرار دیا گیا۔ اس لیے صحابہ کرامؓ اور عاشقانِ دیدار کو جب باطنی آنکھ سے آپ ﷺ کا حُسن و جمال نظر آتا ہے تو چہرہ مبارک سے نگاہ ہٹانے کو دل ہی نہیں کرتا بلکہ سکون یہی ہے کہ بس دیدار کیے جاؤ، صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کے دیدار میں خود کو گم کر دیا اور عاشقین آج بھی آپ ﷺ کے دیدار میں محو ہیں۔ یہ عاشقین رسول ﷺ کے حُسنِ بے مثال پر انگلیوں کی بجائے گردنیں کٹانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

❁ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والد محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا"۔

❁ شاعرِ دربارِ رسالت ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اے اللہ کے محبوب میری آنکھ نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے نہ دیکھے گی اور کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل بچہ پیدا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک اور مبرّا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ ﷺ کو اس طرح پیدا کیا گیا جس طرح آپ ﷺ چاہتے تھے"۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے حُسن کی تجلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی اس لیے کہ (تجلّیات کی شدت سے) کہیں میں بینائی سے محروم ہی نہ ہو جاؤں۔ (جواہر البحار جلد 2)

❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "میں نے کبھی بھی کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ نبی اکرم ﷺ کو ہی سب سے زیادہ حسین وجمیل دیکھا ہے"۔ (الوفا۔ ابنِ جوزی)

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے حبیبِ خدا ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کسی

کو نہیں پایا''۔(الوفا۔ابنِ جوزی)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبی کریم ﷺ یوں معلوم ہوتے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں''۔ (بیہقی،ابنِ جوزی،سیوطی،امام ابنِ کثیر)

❁ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''حضور اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، حسین و جمیل، چہرۂ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور روشن تھے''۔(ابنِ جوزی)

❁ محمد بن عمارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا ''اے بیٹے! اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو''۔(الوفا۔ابنِ جوزی)

❁ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضور رحمتِ عالم ﷺ سرِ انور سے لے کر قدم مبارک تک نور ہی نور تھے، آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ ﷺ کا جسمِ اطہر چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا۔ اگر آپ ﷺ کے جلوہ ہائے حُسن لباسِ بشری میں مستور نہ ہوتے تو روئے منور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہوتا''۔(مدارج النبوۃ)

❁ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی اکرم ﷺ کا حُسن و جمال اوجِ کمال پر تھا۔ لیکن ربِ کائنات نے حضور ﷺ کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا، اگر آپ ﷺ کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور ﷺ کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا''۔(جمع الوسائل)

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے، آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ

پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی' رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز' جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدن اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں' سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے' سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا' جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں ''۔ (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ جوزی۔ ابنِ سعد۔ ابنِ ہشام)

✿ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر ایک بدوی صحابیہ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر قیام فرمایا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔ وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتی تھیں۔ جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا' ان کا شوہر ریوڑ چرانے کے لیے باہر گیا ہوا تھا' گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے معجزتاً اُس بکری کے خشک تھنوں میں اتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُمِ معبدؓ کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس موقع پر اُمِ معبدؓ نے تاجدارِ

کائنات ﷺ کے حُسن و جمال کا جو تذکرہ فرمایا ہے' وہ بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حُسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اخلاق نہایت اچھے تھے۔ نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم و سرگیں' دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پُروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرۂ اقدس پُرنور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی' جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی' نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔ دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو' حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا' نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو بُرا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے' جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔'' (ابنِ سعد۔ حاکم المستدرک۔ طبرانی۔ سیوطی۔ شیبانی۔ ابنِ حبان۔ ابنِ جوزی)

- نبی ﷺ کے بے مثال حُسن و جمال کا ذکرِ جمیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ ﷺ سے حسین تر تھا' میں حضور رحمت عالم ﷺ کے مقدس چہرہ کو اُن کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ ﷺ کے محامد و

محاسن بیان کرنے کے لیے کہتا تو میں کیونکر ایسا کر سکتا تھا کیونکہ (حضور رحمتِ عالم ﷺ کے حُسنِ جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لیے ممکن نہ تھا''۔

(مسلم۔ابنِ سعد۔الشفاء)

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی تو آؤ اُس حُسنِ سراپا کی بات کریں جس سے مردہ قلوب کو حیات، پژمردہ روحوں کو تازگی و شیفتگی اور بے سکون قلوب کو سکون کی نعمت میسر آتی ہے۔

چہرۂ انور

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔ (ابنِ جوزی۔الوفا)
- حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم ﷺ عظیم اور بزرگ تھے۔ خداداد رعب اور جلال کے مالک۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔ (الوفا۔ابنِ جوزی)
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم ﷺ کے چہرۂ انور میں تدویر اور گولائی تھی (چودھویں کے چاند کی طرح)۔ (الوفا)
- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک رات (چودھویں کا) چاند اپنے پورے جوبن پر تھا حضور اکرم ﷺ نے سرخ دھاری دار لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ اس رات کبھی میں حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا اور کبھی چاند پر۔ پس میرے نزدیک محبوبِ خدا ﷺ چاند سے زیادہ حسین لگ رہے تھے''۔ (الوفا۔ترمذی۔بیہقی)
- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاری دار کرتہ زیبِ تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا''۔

(مسلم۔بخاری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت فرمایا "کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا؟" انہوں نے جواب دیا "نہیں بلکہ چاند کی طرح (روشن اور چمکدار) تھا۔" یہی سوال حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا "نہیں بلکہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لیے ہوئے تھا۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی۔ طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "جس نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا کی اس نے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہہ دی اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے"۔ (قسطلانی۔ بیہقی)

حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کو چاند سے تشبیہہ دینے کے حوالے سے ابنِ دحیہؒ فرماتے ہیں "چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے، چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے بخلاف سورج کے، کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور کسی چیز کو دیکھنے سے عاجز آ جاتی ہیں"۔ (بخاری۔ المداہب اللدنیہ)

تفسیر نعیمی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا احمد یار نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضورِ اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک اسمِ ذات ہے"۔ اس بات کو 'مدارج النبوۃ' میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے "حضورِ اکرم ﷺ کا چہرۂ انور ربِّ ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلّیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں"۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں "حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنا فی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے"۔

نور الہدیٰ کلاں میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جس کو چہرۂ مصطفی ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے وہ عالم و عارف و صاحبِ قربِ اللہ ھو

جاتا ہے‘‘۔

سرِ اقدس

- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں ’’رسول اکرم ﷺ کا سرِ اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا‘‘۔ (ترمذی۔ مسند احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ بیہقی)
- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ روایت فرماتے ہیں ’’حضورِ اکرم ﷺ کا سرِ مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ (ترمذی۔ سیوطی۔ بیہقی۔ ابنِ حبان۔ مسند احمد)

سر کا غیر معمولی چھوٹا یا بڑا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حُسن کو عیب دار بناتا ہے جبکہ اعتدال اور موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا وقار و رعنائی، عقل و دانش، فہم و بصیرت کی علامت، دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے علاوہ قابلِ ستائش ہوتا ہے اور معرفت اور کمالات کے لیے معین و مددگار بھی ہوتا ہے۔

موئے مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِ انور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذبِ نظر تھے جیسے ریشم کے سیاہ لچھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید اور ان میں بھی اعتدال، توازن اور تناسب کا حسین امتزاج تھا۔

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ’’حضورِ اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین و جمیل تھے‘‘۔ (بیہقی۔ ترمذی۔ ابنِ عساکر)
- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت فرماتے ہیں ’’حضورِ اکرم ﷺ کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہو جاتے اور کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے اور اگر کنگھی نہ کی جاتی تو اکھٹے

ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے''۔ (الوفا۔ ابنِ جوزی)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''رسول اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانہ نوعیت کی تھیں''۔ (بخاری۔ مسلم۔ بیہقی)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کے بال جمہ اور فرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان''۔

موئے مبارک کے بارے میں روایت کے مختلف ہونے کی وجوہات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں اور پھر جس کو محبوب کی جو بھی ادا پسند آ گئی وہ ہی اُسے بھا گئی، وہی ادا اُسے تمام اداؤں سے زیادہ محبوب لگی اور اس نے اُسے ہی بیان کر دیا۔

جب آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو ''ذی وفرۃ (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)'' کہنے لگتے۔ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی زلفِ مشکبار کا تذکرہ یوں کیا:

❁ کان نبی اللہ ﷺ ذو وفرۃ (ابنِ عساکر)

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔

اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت سے آپ ﷺ کو ''ذی جمۃ (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)'' کہہ کر پکارتے۔

❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ مربوعًا بعید ما بین المنکبین، وکانت جمتہ تضرب شحمۃ أذنیہ (ترمذی۔ عسقلانی)

ترجمہ: ''حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ

تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں ''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

❁ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یضرب شعرہ منکبیہ (مسلم۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ بیہقی۔ ترمذی)

ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفیں کندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں''۔

❁ آپ ﷺ کے آرائشِ گیسو کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضورِ اکرم ﷺ بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہلِ کتاب کرتے ہیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے مانگ نکالی جس طرح اہلِ عرب مانگ نکالا کرتے تھے''۔ (ابنِ جوزی۔ ابنِ حبان۔ خطیب بغدادی)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''سرورِ عالم ﷺ نے کچھ عرصہ بغیر مانگ نکالے بال پیچھے کی طرف سنوارے اور اس کے بعد مانگ نکالی''۔ (الوفا)

❁ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''حضورِ اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے'' انہی سے روایت ہے ''جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی چار مینڈھیاں دیکھیں''۔ (الوفا۔ ابنِ جوزی)

جبینِ پُرنور

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی کشادہ اور فراخ تھی اور ہر لحہ اس سے نورِ ربانی کی کرنیں چمکتیں۔

❁ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں ''حضورِ اکرم ﷺ کی پیشانی کشادہ تھی''۔ (الوفا۔ ترمذی۔ طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❁ حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حضورِ اکرم ﷺ کا ذکر فرماتے تو کہتے "حضور اکرم ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔" (الوفا)

❁ حافظ ابنِ ابی خثیمہؒ بیان کرتے ہیں: "حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی' یا دن کے وقت ظاہر ہوتی' یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔" (ابنِ عساکر)

❁ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا' اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں' میں اُس حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت ہو گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "عائشہ! تجھے کیا ہو گیا؟" میں نے عرض کیا "آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابو کبیر ھذلی آپ ﷺ کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ﷺ ہی ہیں"۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو ازراہِ استفسار فرمایا کہ ابو کبیر ھذلی نے کون سا شعر کہا ہے؟ اس پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فإذا نظرتُ إلی أسرة وجهه   برقت کبرق العارض المتهلل

ترجمہ: جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔ (ابنِ عساکر۔ السیرۃ النبویہ)

❁ شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع

اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے:

متی یبد فی الدجی البھیم جبینہ   یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

ترجمہ: رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ۔

ابرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے ابرو مبارک گہرے سیاہ، گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غصہ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہو جاتی جسے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

❁ حضرت امام حسنؓ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں ”رسول اکرم ﷺ کے ابرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار، باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔“ (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن جوزی)

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

❁ ”رسولِ اکرم کے ابرو مقدس آپس میں متصل تھے“۔ (ابنِ عساکر، حاکم، ابن سعد)

بادیٔ النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ آئمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے: ”دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔“ (السیرۃ الحلبیہ)

چشمانِ مبارک

آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حُسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوبصورت اور پُرکشش تھیں۔

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔''

(بیہقی۔ ابن سعد)

حضور نبی اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گہری سیاہ، دراز اور گھنی تھیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں''۔ (طبقات ابن سعد)

❁ قافلۂ ہجرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاو پر پہنچا تو وہ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں، حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پُتلی مبارک نہایت سیاہ تھی، اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی''۔

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پُتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔ پُتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گُھلی ہوئی نظر آتی تھی، یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے''۔ (سیوطی۔ ابن کثیر)

❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔'' (ترمذی۔ مسلم)

آقائے دو جہاں ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں تھیں اور جو اِن چشمانِ مقدسہ کو

دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں جب بھی آقا ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔'' (ترمذی۔ مسندِ احمد)

حضور نبی اکرم ﷺ کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور ﷺ کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم وحیا کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی، جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو آنکھ تھوڑی اوپر اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے ''آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔'' (ترمذی۔ سیوطی)

گوشۂ چشم سے دیکھنے کو اہلِ طریقت خوب سمجھتے ہیں جبکہ جھکی ہوئی نظریں غایت درجہ شرم و حیا پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیادار ہوسکتا ہے۔

ناک مبارک

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی، موٹی اور بھدی نہ تھی، طوالت میں اعتدال پسندی کی مثال تھی، موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناعِ ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ ﷺ کی بینی مبارک حُسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔'' (سیوطی)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب

سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں، جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔''

(ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ کثیر)

رخسارِ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے' بلکہ اعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید رخسار مبارک دیکھنے میں ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں ارتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

- حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔'' (ترمذی۔ سیوطی۔ بیہقی۔ طبری)
- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔''
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت سفید رنگ کے تھے۔''

لبِ اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے لب مبارک سرخی مائل تھے' لطافت و نزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ ﷺ کے مقدس لب کی لطافت و شگفتگی کے حوالے سے روایت ہے: ''آپ ﷺ

کے مقدس لبِ اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ و لطیف محسوس ہوتے۔''

دہن مبارک

حضور ﷺ کا دہن مبارک فراخ' موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک فراخ (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔'' (ترمذی۔ مسند احمد)

دندانِ اقدس

رحمتِ عالم ﷺ کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے' سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں کشادگی اور فاصلہ تھا''۔ (بیہقی)

''جب حضور ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے' جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ (بیہقی)

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: ''حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔'' (ابنِ جوزی۔ ابنِ کثیر)

❁ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار

تھے''۔(نبہانی)

حضور نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا' جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے''۔ (بخاری۔ سیوطی)

آواز مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی آواز مبارک انتہائی دل آویز اور حلاوت کی چاشنی لیے ہوئے حُسنِ صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش' باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے:

- ''آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔''

حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حُسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔

- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کا لب ولہجہ نہایت حسین تھا۔'' (زرقانی۔شرح المواہب)

مبداءِ فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔

- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔'' (طبرانی)
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلّہ بنی غنم میں تھے انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے''۔ (سیوطی)

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی، اس اجتماعِ عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

❁ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔'' (ابو داؤد۔ نسائی۔ بیہقی)

ریش مبارک

حضور رحمت عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آ گئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول و عرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''حضور ﷺ اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے''۔ (مسند احمد۔ بیہقی۔ حاکم المستدرک۔ طبری)

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔''

(بیہقی۔ ابنِ سعد۔ سیوطی)

❁ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفرِ ہجرت میں والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی ریش اقدس گھنی تھی۔'' (ابنِ جوزی۔ ابنِ عساکر۔ سیوطی)

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔'' (نسائی۔ ترمذی۔ مسند احمد)

❁ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے ''(حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی''۔ (ابن عساکر، ہیثمی)

عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔

حضرت وہب بن ابو حجیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

❁ ''میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لبِ اقدس کے نیچے (ریش مبارک کے) کچھ بال سفید تھے''۔ (بخاری۔ مسند احمد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو جاتے تھے، حیاتِ مقدسہ کی ایک ایک ادا اور حُسن و جمال کے ایک ایک حصہ کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی''۔ (بخاری۔ ترمذی۔ مسند احمد۔ موطا امام مالک)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لبِ اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا۔ اس حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔'' (مسلم، بیہقی)

ریش اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اعتدال، توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لیے ہوئے تھی۔ روایت ہے کہ

❁ حضور ﷺ ریش مبارک کے طول و عرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔'' (ترمذی۔

سیوطی۔عسقلانی۔زرقانی)

کان مبارک

حضورِ اکرم ﷺ کے کان مبارک خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اعتدال اور توازن کا امتزاج تھے۔

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتا جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔'' (ابنِ عساکر۔ابنِ کثیر)

گردنِ اقدس

حضور ﷺ کی گردن دستِ قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی' چاندی کی طرح صاف و شفاف' پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اس طرح تھی جیسے کوئی صورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو۔

❁ ''حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح صاف تھی۔'' (مسند احمد۔طبرانی)

❁ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔''

❁ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی' نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔'' (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔

حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گردن مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا' جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کی جھلک نظر آتی ہو۔ اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔'' (بیہقی۔ ابنِ کثیر۔ سیوطی)

دوش مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لیے ہوئے تھے' بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا' جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔'' (بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ کثیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''بعض اوقات کوئی دیہاتی آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قمیض کھینچ لیتا تو دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔''

کتبِ سیر واحادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میانہ قد کے تھے' دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔''

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھے تمام اہلِ

مجلس سے بلند نظر آتے۔''

بازوئے مقدس

حضور ﷺ کے بازوئے مقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے' طوالت کے اعتبار سے اعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے' کلائیوں پر بال مبارک تھے' بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں۔

❁ اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کی مچھلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔''

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے''۔ (ترمذی۔ابنِ جوزی۔ابنِ کثیر)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔''

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔'' (طبرانی۔بیہقی)

دستِ اقدس

نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''میں رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا' پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا' آپ ﷺ کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔'' (طبرانی)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں

رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔'' (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ مسندِ احمد)

انگشتانِ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت، سیدھی اور دراز تھیں۔

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''حضور ﷺ کی انگشتان مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں''۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❁ ایک روایت میں آپ ﷺ کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''حضور ﷺ کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔'' (بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ الجوزی)

ہتھیلیاں مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پُر گوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں''۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ جوزی)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں''۔ (بخاری)

آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ، خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ ﷺ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں احساس ہوتا جیسے برف جسم کو مَس کر رہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ کو جب اُن کے والد گرامی دعا کے لیے حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا' جب آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔'' (ہیثمی۔ مجمع الزوائد)

بغل مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک بغلیں سفید' صاف وشفاف اور نہایت خوشبودار تھیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی پیش کیا' آپ ﷺ نے خوش ہو کر اُنہیں دعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔'' (بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ زرقانی)

سینۂ اقدس

آقائے دوجہاں ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ' کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حُسنِ تناسب اور اعتدال وتوازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی' اس کے علاوہ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور ﷺ کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی)

اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے: ''حضور ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ' آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا' کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی

اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔''

❁ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔'' (ابنِ عساکر)

بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا پیٹ مبارک سینۂ انور کے برابر تھا' ریشم کی طرح نرم اور ملائم' چاندی کی طرح سفید' چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار۔

❁ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا' فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں: ''حضور ﷺ پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔''

❁ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❁ حضرت اُمِ ہلال رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے شکمِ اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''میں نے حضور ﷺ کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔'' (طبرانی۔ طبری' خطیب بغدادی)

حضور ﷺ کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے' ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہو کر ناف پر ختم ہو جاتی تھی اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔ (طبری)

ناف مبارک

آپ ﷺ اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

❁ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے الشفاء (42:1) میں ایک روایت نقل کی ہے: ''بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا۔''

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔'' (ابنِ حبان، حاکم المستدرک)

پشت مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی پشت مبارک کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی، دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔

❁ حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کو عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا تو ''میں نے آپ ﷺ کی کمر مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے ٹکڑے کی طرح پایا۔'' (مسندِ احمد۔ نسائی۔ بیہقی۔ طبرانی۔ سیوطی)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔'' (بیہقی)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے: ''رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔'' (بیہقی)

مہرِ نبوت

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ

آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں' ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ یہ مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

❁ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔'' (مسلم)

❁ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمدؒ کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔'' (ترمذی)

❁ مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آ رہی تھی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کی ہیئت اور شکل وصورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے کسی نے کبوتر کے انڈے سے' کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہرِ نبوت کو تشبیہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

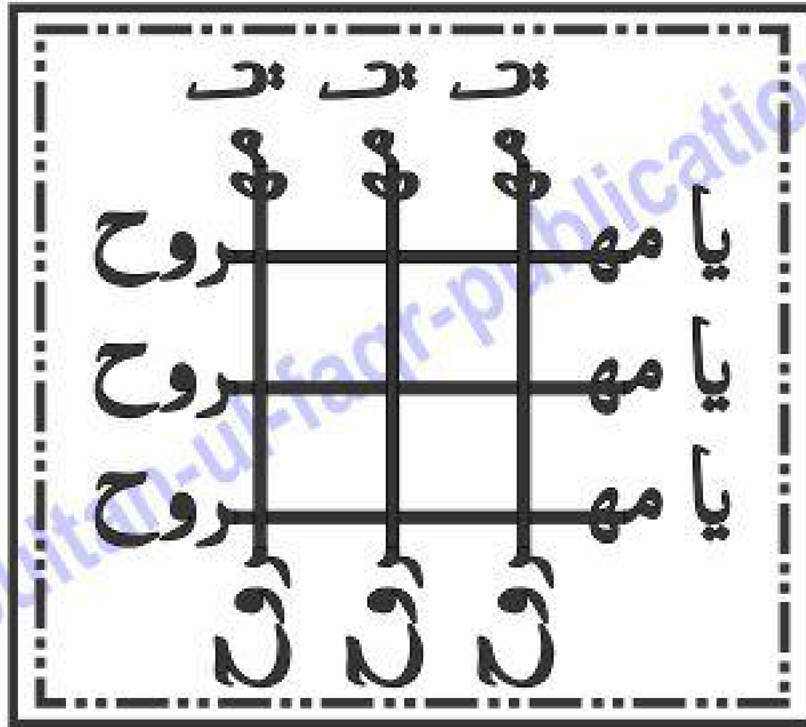
❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔'' (ترمذی' مسند احمد' طبرانی)

❁ حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی پشت مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن اخطبؓ سے اُس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

''آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔'' (مسندِ احمد۔ حاکم المستدرک)

تابعی حضرت ابونضرۃ عوفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہرِ نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: ''وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشتِ اقدس پر ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔'' (بخاری۔ ترمذی۔ طبری)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر یہ مہرِ نبوت ثبت تھی:۔



قد مبارک

حضور ﷺ کا قد مبارک بھی حُسنِ تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالمِ تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ میانہ قد کے مالک ہیں اور اگر لوگوں میں کھڑے ہوتے تو حضور ﷺ سب سے بلند، نمایاں اور ممتاز دکھائی دیتے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:

''حضور ﷺ کا قد نہایت خوبصورت میانہ تھا' نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ

آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تروتازہ (شگفتہ) شاخ کی مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ' یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو سفرِ ہجرت میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حسین دکھائی دے رہے تھے۔''

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔'' (امام سیوطی)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قد مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ قامتِ زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔'' (ابنِ عساکر)

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے' مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سربلند نظر آتے۔

❁ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ ''جمع الوسائل'' میں مزید لکھتے ہیں:

''حکمت اس میں یہ ہے کہ جس طرح باطنی محامد و محاسن میں حضور ﷺ سے کوئی بلند نہیں' اسی طرح ظاہری قد و قامت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے نہیں بڑھ سکتا۔'' (جمع الوسائل)

❁ سب سے نمایاں اور سربلند ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ بلندی اس لیے تھی کہ ہر ایک پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے ہاں ظاہری و باطنی احوال میں رسولِ کائنات ﷺ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔ (شرح الشفاء)

❁ امام خفاجی رحمتہ اللہ علیہ نسیم الریاض میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کا قدِ انور زیادہ طویل پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ حد سے زیادہ طویل ہونا

اعتدال کے منافی ہے اور قابلِ تعریف نہیں۔ ہاں اس کے باوجود اللہ ربّ العزت نے دیکھنے والی آنکھوں میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ حضور ﷺ بلند قامت نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اس لیے عطا کی تھی کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے بلند دکھائی نہ دے اور آپ ﷺ کی تعظیم میں اضافہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ضرورت نہ رہتی تو حضور ﷺ اس کمال پر دکھائی دیتے جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی۔"

❁ امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ شرح المواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور ﷺ کے قدِ انور کو طویل پیدا فرما دیتا' لیکن ربِ قادر نے حضور ﷺ کو میانہ قد ہی عطا فرمایا' البتہ یہ آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے کہ آپ ﷺ سب سے سربلند ہیں اور کوئی آپ ﷺ کی نظیر نہیں۔"

حضور ﷺ صرف لوگوں کی نظروں میں بلند دکھائی دیتے لیکن حضور ﷺ کا جسمِ اطہر اس حال میں بھی اصل خلقت پر (میانہ) ہی رہتا۔ پس حضور ﷺ کی رفعتِ معنوی کو ہی اللہ رب العزت نے دیکھنے والے کی آنکھ میں رفعتِ حسی بنا دیا تھا اور ایسا اس لیے تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح معنوی اور باطنی لحاظ سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بلند نہیں اسی طرح ظاہر میں بھی آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔

تذکرہ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریر اختتام پذیر ہوئی۔ تحریر سے حُسن و جمال کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حُسن و جمال دیکھنے سے ہی سمجھ میں آسکتا ہے۔ حُسن دید ہے تحریر نہیں۔ اسی لیے عاشق تحریر کے نہیں دید کے قائل ہیں اور عاشق آج بھی آپ ﷺ کے حُسن و جمال کے دیدار سے لذت پاتے ہیں اور آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا دیدار ہی اُن کی روح کی غذا ہے۔ اس حقیقت کو اہلِ ہوا کیا جانیں اور کیا سمجھیں۔

باب 10

ایمانِ کامل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہمارے ہاں بعض لوگ حقوق اللہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لئے حقوق العباد پر بہت زور دیتے ہیں۔ اُن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حقوق اللہ کی معافی ممکن ہے لیکن حقوق العباد کی معافی ممکن نہیں ہے۔ لیکن جہاں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معاملہ آجاتا ہے وہاں نہ حقوق اللہ رہتے ہیں اور نہ حقوق العباد۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ (التوبہ۔24)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ (ان سے) فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے عزیز و اقارب، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہارے وہ کاروبار جن کے کمزور ہو جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات وگھر تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسکی راہ میں مجاہدہ و ریاضت سے عزیز تر ہیں تو

انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ (عذاب) تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

ایمانِ کامل تو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ عشق کی تعریف یہ ہے کہ جو ''محبت'' تمام ''محبتوں'' پر غالب آجائے وہ عشق ہے۔ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہی ایمانِ کامل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق عشق کا تعلق تھا۔ اسی عشقِ رسول کے باعث وہ آسمانِ دنیا کی بلندیوں پر ستاروں کی طرح چمکے۔ کیا ایمانِ کامل عشقِ رسول ﷺ ہے؟ آیئے ان احادیث پاک سے اس کا اندازہ لگائیں کہ اعمال اور عشق میں کیا فرق ہے اور اللہ کے محبوب رسول ﷺ جو خود ''ایمان'' کی حقیقت اور ایمان کو لوگوں تک پہنچانے والے ہیں، ''ایمان'' کی تعریف کن الفاظ میں فرماتے ہیں:

❁ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا! یارسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ ﷺ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں تم اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا! اللہ ربّ العزت کی قسم! اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! ''اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہے۔''

یہ ہے کامل ایمان، سبحان اللہ، محبوب اپنے محبّ کو خود ''ایمانِ کامل'' سمجھا رہا ہے۔

امتِ مسلمہ کا ہر شخص یہ دعا مانگتا ہے اور لاکھوں کے مجمع میں بھی ''ایمانِ کامل عطا فرمائے'' کی زبان سے تو دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن جو خود اصل ''ایمانِ کامل'' ہے اس کی حقیقت کے ہی

منکر اور انکاری ہیں۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے والد، اپنی والدہ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف)

❁ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ (بخاری، شفا شریف، کنز العمال)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ہرگز مسلمان نہ ہوگا جب تک وہ مجھے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے گا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ (صحیح بخاری)

ترجمہ: مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں جب تک کہ وہ مجھے اپنے باپ اور اپنی اولاد سے عزیز تر نہ جانے۔

اب ذرا اس حدیث شریف کو غور سے پڑھیے:۔

❁ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہٗ بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ وَ اَھْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ عِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَ ذُرِّیَّتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ (بیہقی۔ طبرانی۔ کنز العمال جلد 1)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی ذات سے زیادہ

محبوب نہ رکھے۔ اور جب تک میرے کنبہ کو اپنے کنبے سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ اور جب تک میری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ رکھے اور جب تک میری نسل کو اپنی نسل سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَ اَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَ اُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(شفا جلد 2۔ کنز العمال جلد 13)

ترجمہ: جس کو مجھ سے محبت ہے اور ان دونوں سے محبت ہے اور ان کے والد اور ان کی والدہ سے محبت ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

اب عمل سے محروم ایک شخص عشق کا تحفہ لے کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہے اور عاقبت کے بارے میں سوال کر رہا ہے:۔

❁ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت کب آئے گی؟ فرمایا! تُو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کی میں نے اس کے لئے نہ تو اتنی نمازیں پڑھیں، نہ اتنے روزے رکھے اور نہ ہی اتنا صدقہ خیرات کیا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھے محبت ہے۔ فرمایا! تُو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ (صحیح بخاری جلد 2۔ صحیح مسلم جلد 2)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ وَاِنِّیْ لَاَذْکُرُکَ فَمَا اَصْبِرُ حَتّٰی اَجِیَٔ فَاَنْظُرُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ ذَکَرْتُ مَوْتِیْ وَ

مَوْتَكَ فَعَرِفْتُ اَنَّكَ اِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنْ دَخَلْتُهَا لَا اَرَاكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. فَدَعَا بِهٖ فَقَرَاَهَا عَلَيْهِ

(شفا جلد ۲۔ شرح شفا از مُلّا قاری وخفاجی جلد ۲)

ترجمہ: بے شک ایک مرد (امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت ثوبان رضی اللہ عنہٗ اور بعض کے نزدیک عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) حضور نبی پاک ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے آپ ﷺ سے اپنے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبت ہے۔ بیشک میں آپ ﷺ کو جب بھی یاد کرتا ہوں تو مجھ سے رہا نہیں جاتا اور میں آپ ﷺ کی زیارت کرنے چلا آتا ہوں اور جب میں اپنی موت اور آپ ﷺ کے انتقال کا خیال کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ ﷺ تو بہشت میں نبیوں کے ساتھ اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور میں بہشت میں ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''جو شخص اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جن پر اللہ کا انعام ہے اور وہ انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ ان کی رفاقت کتنی اچھی رفاقت ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اپنے پاس بلا کر یہ آیت مبارک پڑھ کر سنائی۔

اب ان صحابی رضی اللہ عنہٗ کا عشقِ رسول ﷺ دیکھیے:

- ''تفسیر قرطبی'' میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا تو اس عاشقِ رسول ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ! تُو مجھے اندھا کر دے تا کہ اب دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کو نہ دیکھوں تو وہ فوراً اسی وقت اندھے ہو گئے۔
- بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل، طبرانی اور حبان نے متفق علیہ اس حدیث مبارک کو روایت کیا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کی کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں (امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا! میں نے تو اس کے لئے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ ہی بہت سی نمازیں پڑھیں اور نہ بہت سے روزے رکھے) سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! تم (قیامت کے روز) اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (تمام صحابہ کرامؓ کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ اقدس سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا اُمید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال تو ان کے اعمال جیسے نہیں۔

اب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جید صحابی رسول یہ سوچ رہے ہیں کہ میں اعمال کی وجہ سے جنت میں قربِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مستحق نہیں ہو سکتا ہاں محبت مجھے اُن کا قرب نصیب کر دے گی۔ تو پھر آپ اور میں کس طرح صرف اعمال سے دنیا اور آخرت میں قربِ رسول ﷺ کے طلبگار ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہی عشقِ رسول ﷺ تھا۔ اور اس کا اظہار اُن کے قول و فعل سے بھی ہوتا رہتا تھا۔

صحابہ کا عشقِ رسول

اب حضورِ اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوبین کا عمل دیکھیے:

امام طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا کہ نہ تو آنکھ جھپکتا تھا اور نہ ہی کسی طرف نگاہ کو پھیرتا۔ آپ ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: ''تمہارے اس طرح دیکھنے کی کیا وجہ ہے؟'' اس نے دست بستہ عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔''

امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے رسالت مآب ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا ''خدا کی قسم یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان، مال، اولاد اور اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہیں۔ اگر میں آ کر آپ ﷺ کی روزانہ زیارت نہ کر پاؤں تو میری موت واقع ہو جائے۔'' یہ عرض کرنے کے بعد وہ انصاری صحابی (رضی اللہ عنہ) زاروقطار رو پڑے۔ رسول خدا ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ عرض کرنے لگے ''یارسول اللہ ﷺ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک دن آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور ہم پر بھی موت آ جائے گی۔ جنت میں آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے اور ہم اگر جنت میں گئے بھی تو آپ ﷺ کے درجے سے کہیں دور ہوں گے'' آپ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا تو اللہ پاک نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''اور جو اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں پس وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔'' (المواہب اللدنیہ)

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کے ایام میں علالت اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کا جسمِ اطہر کمزور ہو گیا اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف نہ لے جا سکے۔ اسی طرح تین دن گزر گئے اور پیر کا دن آ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مرض وفات کے دنوں میں علالت کے باعث حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے مقرر فرمایا تھا اور وہی آپ ﷺ کے حکم کے مطابق جماعت کرواتے تھے۔ چنانچہ پیر کے دن جب کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک نماز کی امامت فرما رہے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین صف در صف کھڑے ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے افاقہ محسوس فرمایا تو بسترِ علالت سے اٹھے اور اپنے حجرۂ انور کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ اپنے غلاموں کو ابوبکرؓ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے ملاحظہ فرمانے کے لیے آپ ﷺ نے دروازے پر آ کر پردہ ہٹایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں:

۞ **فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة ینظر الینا وھو قائم متبسم کان وجھه ورقة المصحف** (صحیح بخاری، کتاب الجماعۃ والامامہ)

ترجمہ: پس نبی ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے اس وقت حضور ﷺ مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مصحف کا ورق لگتا تھا۔

یعنی جب آپ ﷺ نے دروازے کا پردہ ہٹایا تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر تبسم مچل رہا ہے۔ آپ خوشی سے مسکرا رہے ہیں۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس ایسے لگ رہا تھا جیسے کھلا ہوا قرآن ہو۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں نے روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہوگی۔ ذرا مسجد نبوی اور ریاض الجنہ کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے لایئے۔ اگر مسجد نبوی ﷺ میں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں تو حضور ﷺ کا حجرہ مبارک بائیں کندھے کی طرف پڑتا ہے اور اگر آپ محراب کی جگہ دیکھیں تو وہ خاصی آگے پڑتی ہے۔

صحابہ کرامؓ نماز پڑھ رہے ہوں۔ رسول پاک ﷺ کا حجرہ مبارک بائیں طرف ہو۔ ادھر دروازہ کھلے، پردہ ہٹے اور مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس نظر آ جائے کیونکہ حالتِ نماز میں آنکھیں سجدہ گاہ پر ہوتی ہیں نہ کہ کسی اور جانب پھر نماز کے دوران قبلہ رخ کھڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم ﷺ کا مسکراتا ہوا چہرہ کیسے نظر آیا؟

بات یہ ہے کہ صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے کے لیے قبلہ کو چھوڑ کر اپنے چہروں کو دَرِ یار کی جانب موڑ لیا تھا' کعبے کی سمت سے نگاہ ہٹا کر کعبے کے کعبہ کی جانب اپنے چہروں کو متوجہ کر لیا تھا اور اس طرح محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسکراتے ہوئے چہرہ کا نظارہ کیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

❁ فھممنا ان نفتتنا من الفرح برؤیۃ النبی ﷺ (صحیح البخاری' کتاب الجماعۃ والامامہ)

ترجمہ: ہم نے حضور نبی پاک ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا تو اس سے اتنی خوشی و مسرت حاصل ہوئی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اپنی نمازیں ہی نہ توڑ بیٹھیں۔

شارحین نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ صحابہ کو گمان ہونے لگا کہ وہ نمازیں توڑ بیٹھیں گے اور حضور ﷺ کے چہرہ پاک کے دیدار میں مستغرق ہو جائیں گے۔

اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ تین دِن کے ہجر کے بعد دیدار کی لذّت حاصل ہو رہی تھی۔ عقل کہتی تھی کہ نماز پوری ہو لینے دو پھر دیکھ لینا۔ عشق کہتا تھا' کعبہ ادھر ہے تو کیا؟ ادھر دیکھو کہ کعبے کا کعبہ ہے' عقل کہتی تھی چہرہ قبلہ کی طرف سے نہ موڑنا نماز ٹوٹ جائے گی۔ ''عشق دامن کھینچ کر کہتا تھا'' دیوانو!

نمازیں جو قضا ہوں پھر ادا ہوں　　　نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

عقل یہ مسئلہ سمجھاتی تھی کہ کعبہ کی طرف سے چہرہ ہٹا لینے سے نماز باقی نہیں رہتی۔ عشق یہ مسئلہ سمجھاتا تھا کہ چہرہ کعبے سے ہٹ کر کسی اور جانب پھر جائے تو بے شک نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن اگر کعبے سے ہٹ کر چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی طرف پلٹ جائے تو نماز اپنی معراج کو پا لیتی ہے۔

اس کشمکش میں عشق غالب آیا' عقل مغلوب ہوگئی' عشق کا سکہ چل گیا' عقل کا فتویٰ نہ چل سکا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حالتِ نماز میں قبلہ رخ چہروں کو موڑ کر حضور ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ نماز ٹوٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر ؓ جو اس وقت امامت کرا رہے تھے ذرا ان کی حالت دیکھیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ نے محسوس کیا جیسے حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے آئے ہوں۔ جب ساری کایا پلٹنے لگی اور سارا سماں بدلنے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی مصلّیٰ چھوڑ کر پہلی صف میں آنے لگے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

❁ فنکص ابو بکر علی عقبیہ لیصل الصف وظن ان النبی ﷺ خارج الی الصلوٰۃ (صحیح البخاری' کتاب الجماعۃ والامامہ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر ؓ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنے قدموں پر پیچھے ہٹے۔ مصلّیٰ چھوڑ کر پہلی صف پر آنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید آقائے دوجہاں ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے کہ بدلا ہوا سماں یہ بتا رہا تھا کہ محبوب ﷺ آ گئے۔ لہٰذا مصلّیٰ چھوڑ دیا تاکہ مصلّیٰ پر آقا ﷺ کھڑے ہو سکیں اور خود پچھلی صف میں آنے لگے۔ جب آقا علیہ السلام نے دیکھا کہ مقتدی بھی نماز بھول گئے ہیں اور امام امامت کو بھول گیا ہے، ہر کوئی سمت قبلہ کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ اور میرے دیدار میں منہمک ہونے لگا ہے تو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اتموا صلوتکم اپنی نمازیں پوری کرلو۔

آپ ﷺ کے چہرے کا تبسم گویا زبانِ حال سے صحابہؓ کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پیارے صحابیو! تمہیں مبارک ہو، جو امتحان میں تمہارا لینا چاہتا تھا تم اس میں کامیاب ہو گئے ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اندر تشریف لے گئے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد مشہور تابعی حضرت البنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تو وہ اتنا روتے کہ ان کی پسلیاں اپنی جگہ سے ہل جایا کرتی تھیں۔ (الوفا۔ ابنِ جوزی)

امام بیہقی اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری صحابیہؓ کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور تمام کے تمام وہیں شہید ہوگئے۔ جب غزوہ احد کے موقعہ پر یہ مشہور کر دیا گیا کہ محبوبِ خدا ﷺ شہید ہوگئے ہیں تو اس خبر کی وجہ سے شہر مدینہ میں ایک اضطراب برپا ہوگیا۔ اس پریشانی کے عالم میں یہ انصاری صحابیہؓ اپنے آقا ﷺ کی خبر کے لیے راستہ میں جا کھڑی ہوئیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم واپسی پر شہداءِ احد کو بھی ساتھ لائے۔ جب اس کے پاس سے کسی شہید کو لے کر گزرتے تو وہ پوچھتیں یہ کون ہے؟ جواب ملتا یہ تیرا بھائی ہے، کبھی جواب ملتا یہ تیرا باپ ہے، یہ تیرا خاوند ہے، یہ تیرا بیٹا ہے، وہ ہر ایک کا جواب سن کر کہتیں مجھے فقط یہ بتاؤ کہ میرے آقا ﷺ کا کیا حال ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ ﷺ بخیریت ہیں اور آگے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا! مجھے آپ ﷺ کے پاس لے چلو۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچیں تو آپ کے مقدس دامن کو پکڑ کر عرض کرنے لگیں ''یارسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ محفوظ ہیں تو مجھے ان تمام کے شہید ہونے پر کوئی غم نہیں۔'' (المواہب اللدنیہ)

عروہ بن مسعود جب ''صلح حدیبیہ'' کیلیے قریش کی طرف سے سفیر بن کر حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق کو یوں بیان کیا ہے: ''عروہ بن مسعود اصحابِ رسول ﷺ کو غور سے دیکھنے لگا، راوی کا بیان ہے وہ دیکھتا رہا کہ جب بھی آپ تھوکتے تو وہ لعابِ دہن کسی نہ کسی صحابیؓ کے ہاتھ میں آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا تھا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو لوگ آپ ﷺ کے استعمال شدہ پانی کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔ جب لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے اور غایت تعظیم کے باعث آپ ﷺ کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے۔'' اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی

طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا ''اے قوم! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعابِ دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے بدن اور چہرے پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔'' (بخاری شریف)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ جس وقت حجام حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک تراشتا تھا تو صحابہؓ اسے گھیر لیتے تھے اور کسی ایک بال کو بھی ہاتھ کے علاوہ نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ اور آپ ہی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر انور کے بال ترشوائے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضور ﷺ کے موئے مبارک (ہاتھ میں) لیے۔ (بخاری و مسلم)

❁ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف (سفیر بنا کر) بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کر سکتا جب تک حضور ﷺ اس کا طواف نہ فرمائیں۔ (الشفاء)

❁ شارح بخاری امام کرمانی نقل کرتے ہیں کہ جب آقائے دوجہاں ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے شہر مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب آپ رضی اللہ عنہ کے ارادے کا علم ہوا تو انہیں اس ارادے کو ترک کرنے کے لیے

فرمایا اور کہا کہ پہلے کی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں آپ رضی اللہ عنہٗ کو اذان دینی چاہیے۔ سیّدنا بلال رضی اللہ عنہٗ نے آپ رضی اللہ عنہٗ کی بات سنی تو عرض کرنے لگے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر مدینہ میں جی نہیں لگتا اور نہ ہی مجھ میں ان خالی وافسردہ مقامات کو دیکھنے کی قوت ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔'' چنانچہ یہ کہہ کر کہ ''اب مدینہ میں میرا رہنا دشوار ہے'' آپ رضی اللہ عنہٗ شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے بلالؓ! تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا، کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا؟'' حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر ''لبیک یا سیّدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کیا اور کبھی حجروں میں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ۔ غلام حلب سے حاضر ہے'' یہ کہہ کر بے ہوش ہوگئے اور مزارِ پُر انوار کے پاس گر پڑے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں اطلاع ہوگئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ آگئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہوگئے اور عرض کی کہ ایک دفعہ وہ اذان سنا دیجئے جو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ''میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ کہتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب کسے دیکھوں گا؟'' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے عرض کیا جائے۔ جب وہ بلال رضی اللہ عنہٗ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ ایک صاحب جا کر شہزادوں کو بلا لائے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''حضرت بلال (رضی اللہ عنہٗ)! ہم آپ سے وہی

اذان سننے کے خواہش مند ہیں جو آپ ہمارے نانا جان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مسجد نبوی میں سناتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کو انکار کا یارانہ رہا لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان شروع کی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات میں کہتے تھے۔ بعد کی کیفیات روایت میں اس طرح آتی ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہٗ نے بلند آواز سے اذان کے ابتدائی الفاظ اللہ اکبر، اللہ اکبر، ادا کرنا شروع کئے تو اہلِ مدینہ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جب **اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ** کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ سبھی یوں تصور کرنے لگے جیسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوبارہ تشریف لے آئے ہیں (رقت وگریہ زاری کا عجیب منظر تھا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد اہلِ مدینہ پر اس دن سے بڑھ کر رقت کبھی طاری نہیں ہوئی۔ (ابنِ عساکر)

❁ حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد ہجر وفراق کی کیفیات اشعار میں یوں بیان کی ہیں:

۱۔ ما بال عینیك لا تنام کانما	کحلت ما فیھا بکحل الارمد
۲۔ وجھی یقبك التراب لھفی لیتنی	غیبت قبلك فی بقیع الغرقد
۳۔ اقم بعدك بالمدینه بینھم	بالھف نفسی لیتنی لم اولد
۴۔ قظلت بعد وفاته متبلدا	یا لیتنی اسقیت سم الاسود
۵۔ واللہ اسمع مابقیت بھالك	الا بکیت علی النبی محمد
۶۔ یا رب فاجمعنا ونبینا	فی جنة تثنی عیون الحسد

(۱) ترجمہ: اب آنکھوں میں نیند نہیں رہی بلکہ ہر وقت یوں رہتی ہیں جیسے ان میں کوئی اشک آور چیز ڈال دی گئی ہے۔

(۲) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تدفین اور وصال پر مجھے احساس ہوا کہ کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے بقیع کے قبرستان میں دفن ہو چکا ہوتا۔

(۳) ترجمہ: اب میں حضور ﷺ کے بعد لوگوں کے ساتھ کیسے بیٹھوں، ہائے افسوس میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

(۴) ترجمہ: میرے آقا ﷺ! میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں کاش مجھے آج ہی کوئی سانپ ڈس جائے (اور میں اپنے آقا ﷺ سے جاملوں)۔

(۵) ترجمہ: خدگواہ ہے میں جب تک زندہ ہوں حضور نبی اکرم ﷺ کے فراق میں روتا رہوں گا۔

(۶) ترجمہ: اے ربّ کریم! مجھے میرے آقا ﷺ کے ساتھ جنت میں جمع فرما تا کہ حاسدین کی آنکھیں جھک جائیں۔

❁ امام آلوسی نقل فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ کی یاد تڑپاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدار فرحت آثار کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ امہات المومنین سے عرض کرتے کہ ہمیں آپ ﷺ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آرہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لے آتیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے اس میں حضور ﷺ کی تصویر دکھائی دیتی۔ روایت ہے کہ جب بعض صحابہؓ کو حضور ﷺ کے دیدار فرحت آثار کا اشتیاق ہوتا تو وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجاتے۔ وہ آپ ﷺ کا ذاتی آئینہ اس صحابی (رضی اللہ عنہ) کو دے دیتیں جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اسے اپنے محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی۔ (روح المعانی)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اس تنے نے رونا شروع کر دیا آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دستِ شفقت رکھا۔ (بخاری شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے: کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا رسالت مآب ﷺ منبر سے اتر کر اس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اسے بغل میں لے لیا اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا لیتا خاموش ہو گیا۔ (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ اس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم نے اس تنے کے رونے کی آواز کو سنا وہ اس طرح رویا جس طرح کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اس پر اپنا دستِ شفقت رکھ دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔ (بخاری شریف)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لیے آئی اور مجھ سے کہنے لگی ''حجرہ انور کھول دیں میں سرورِ دو عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔'' میں نے حجرے کا دروازہ کھول دیا۔ وہ عورت آپ ﷺ کا مزارِ اقدس دیکھ کر اتنا روئی کہ روتے روتے شہید ہو گئی۔ (الشفاء)

❁ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہو گئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان کی دعا قبول کر لی (ان کی بینائی سلب ہو گئی)۔ (المواہب اللدنیہ)

❁ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ کی بینائی جاتی رہی لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کرنے لگے تو انہوں نے کہا! ''میں ان آنکھوں کو فقط اس لیے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبی اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اس لیے

اگر مجھے ہرن کی آنکھیں بھی مل جائیں تو خوشی نہ ہوگی۔'' (الادب المفرد)

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہؓ بالعموم مغموم رہتے حتیٰ کہ بعض نے مسکرانا ہی ترک کر دیا۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ، سیّدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کبھی بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آقائے دو جہاں ﷺ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوتیں تو آپ رضی اللہ عنہا کی کیفیت اس طرح ہوتی کہ قبر انور کی مٹی مبارک اٹھا کر آنکھوں پر لگاتیں اور حضور ﷺ کی یاد میں رو رو کر یہ اشعار پڑھتیں:

۱۔ ماذا من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

۲۔ صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

(۱) ترجمہ: جس شخص نے آپ ﷺ کے مزارِ اقدس کی خاک کو سونگھ لیا ہے اسے زندگی میں کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہیں۔

(۲) ترجمہ: آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے مجھ پر جتنے عظیم مصائب آئے ہیں اگر وہ دنوں پر اترتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ جب رسالت مآب ﷺ کی تدفین ہو چکی تو سیّدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے تدفین کرنے والے صحابہؓ میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے انسؓ! تمہارے دلوں نے آپ ﷺ کی تدفین کو کس طرح گوارا کر لیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے وہ آپ ﷺ کے فراق میں اتنا

پریشان ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگادی اور اپنی زندگی ختم کرلی۔ (مدارج النبوۃ)

❁ عاشقِ رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال کا وقت آیا تو اُن کی زوجہ محترمہ نے کہا! ہائے غم۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسی وقت فرمایا ''واہ خوشی! کل محبوبوں سے ملوں گا اور اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کے محبوبوں کا دیدار کروں گا۔'' (زرقانی علی المواہب جلد 6۔ شفاء جلد 2)

❁ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی تمام مخلوق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ (شفاء جلد 2)

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ رضی اللہ عنہٗ کو کیسی محبت تھی؟ فرمایا: اللہ کی قسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ، ماں اور پیاسے کے لئے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔ (شفاء جلد 2)

❁ حضرت عبدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے بچھونے پر لیٹنے سے پہلے بڑے شوق و محبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کے اصحابِ مہاجرین وانصار میں سے ایک ایک کا نام لے کر ذکر کرتے رہتے اور فرماتے کہ اصولِ دین میں یہی میری اصل ہیں اور حسب نسب ہیں۔ میرا دِل اُن کا مشتاق ہے اُن کی ملاقات اور دیدار کا شوق لمبا ہو چکا ہے۔ اے اللہ! اب مجھے جلدی سے دنیا سے اُٹھالے۔ یہی کہتے کہتے سو جایا کرتے تھے۔ (شفاء جلد 2)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا پاؤں سُن ہو گیا تو اُن سے کہا گیا کہ اُن کا ذکر کریں جو آپ رضی اللہ عنہٗ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تو یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہٗ زور سے بولے ''یا محمد ﷺ'' تو اُن کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ (یعنی اُن کو سب سے زیادہ محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک تھی)۔

خلفائے راشدین کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنی سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ''تم پر میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔'' (ترمذی، طبرانی، حاکم المستدرک، ابنِ ماجہ، مسند احمد بن حنبل)

خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ایسی ہیں جن کی ہم پیروی کر رہے ہیں اور اس حدیث مبارکہ کے مطابق ہم پر لازم ہے اُن کی پیروی۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ نمازِ تراویح کی جو مروجہ صورت ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے شروع فرمائی۔ اور دوسری نمازِ جمعہ کی دوسری اذان ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے رائج فرمائی۔

آئیں دیکھیں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خلفائے راشدین کا ایمان کیا ہے؟ اگر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کا ایمان ہے تو اس کی پیروی بھی ہم پر لازم اور فرض ہے کیونکہ ''ایمانِ کامل'' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے اور یہ بات خلفائے راشدین سے بہتر بھلا کون جان سکتا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والدِ مکرم حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کی ''مجھے قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا، ابوطالبؓ کے اسلام لانے میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک زیادہ تھی بہ نسبت میرے باپ کے اسلام لانے میں کیونکہ ابوطالب کے ایمان لانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی آنکھوں کی ٹھنڈک زیادہ ہے۔'' (شفا جلد 2۔ احمد و ابنِ اسحاق و ابو حاتم شرح شفا از قاری)

❁ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں جبکہ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی، سیّدنا صدیق اکبرؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ سے اجازت حاصل کرنے کے لیے جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باآوازِ بلند لوگوں میں تقریر کرنے لگے۔ حضور ﷺ سامنے تشریف فرما تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے اعلانیہ تبلیغ کے ذریعے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلانے والے آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اوّل خطیب الاسلام کہلائے۔ نتیجتاً کفار نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہوگئے۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محفوظ مقام (دارِ ارقم) میں منتقل کر دیا۔ کفارِ مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اسقدر تشدد کیا کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکتا تھا جب انہوں نے محسوس کیا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور مشورہ کیا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو ہم اس کا ضرور بدلہ لیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابو قحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان اس انتظار میں تھا کہ کب ہوش آتا ہے۔ سارا دن پروانہ مصطفی ﷺ بے ہوش رہا۔ دن کے آخری حصہ میں جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو پہلا جملہ جو آپ رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس پر جاری ہوا یہ تھا ''رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟'' تمام خاندان ناراض ہو کر چلا گیا کہ ہم تو اسکی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ کھانے کے لیے کہتیں لیکن اس عاشقِ رسول ﷺ کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا کہ اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب ﷺ کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگیں ''اللہ کی قسم مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت اُمِ جمیل فاطمہؓ بنت خطاب کے پاس

جائیں اور ان سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا آپؓ کے ہمراہ جب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے تمہارا بدلہ ضرور لے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان باتوں کو چھوڑو! یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں۔'' انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''فکر نہ کرو بیان کرو'' انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ محفوظ و مامون ہیں۔ پوچھا! آپ ﷺ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے باخیریت نہ دیکھ لوں۔ شمعِ مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دارِ ارقم لایا گیا۔ جب حضور ﷺ نے اس عاشقِ زار کو اپنی جانب آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا۔ پس اپنے عاشقِ زار پر جھک کر اس کے بوسے لینے لگے، تمام مسلمان بھی آپ رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھ کر آپ ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ آپؓ نے عرض کیا! میری والدہ حاضر ہیں ان کے لیے دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپ ﷺ کے تصدق سے دوزخ سے نجات عطا فرمادے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ وہیں دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوئیں۔

✿ حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے والد گرامی سارا دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی ان کے لیے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری

ساری رات ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہتے۔ ہجر و فراق میں جلنے کی وجہ سے ان کے جگر سوختہ سے اس طرح آہِ سرد اٹھتی جس طرح کوئی چیز جل رہی ہے اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کو نہ دیکھ لیتے۔''

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر و فراقِ رسول ﷺ ہی تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا عشقِ رسول ﷺ

❁ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا ''یارسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ ﷺ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔'' اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''نہیں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں تم اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اللہ ربّ العزت کی قسم! اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔'' چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہے۔''

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابھی اسلام نہیں لائے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اُن سے فرمایا ''آپ کا اسلام میں داخل ہونا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میرا والد خطاب اسلام میں داخل ہو کیونکہ آپ کا اسلام لانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔'' (شفاء جلد 2)

❁ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان

لمحات میں یہ کلمات عرض کیے: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان اور سلام ہو۔ آپ ﷺ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ کثرتِ صحابہؓ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا جب آپ ﷺ اس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اس امت کو آپ ﷺ کے فراق پر نالہ کا حق زیادہ ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری کی حد ہے کہ (ہم میں سے نہ ہو کر) ہم فرشیوں کے ساتھ بیٹھے، ہمارے اندر نکاح کیا اور کھایا، صوف کا لباس پہنا، گھوڑے پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو پیچھے بٹھایا۔

❁ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج پر آئے طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمانے لگے "بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ بوسہ دیتا۔" یہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ صحابہ کرامؓ کے نزدیک یہی ایمان تھا کہ وہ کسی بھی شے سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نسبت قائم ہی نہیں کرتے تھے۔

❁ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک رات آپ رضی اللہ عنہ عوام کی خدمت کے لیے نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اون کاتتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

علیٰ محمد ﷺ صلوۃ الابرار   صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد كنت قواما بكاء بالاسحار　　　یا لیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار

ترجمہ: محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ ﷺ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا ﷺ کا قرب و وصال نصیب ہو سکے گا۔''

یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے آقا ﷺ کی یاد شدت سے آئی جس پر وہ زار و قطار رو دیئے اور دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا ''عمر بن خطاب'' خاتون نے کہا! رات کے ان اوقات میں عمر رضی اللہ عنہ کو کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تجھے جزائے خیر دے دروازہ کھول' اس نے دروازہ کھولا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اشعار تو پڑھ رہی تھی ان کو دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اپنے ساتھ میرا نام بھی شریک کر اور یوں کہہ ''ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور معاف کرنے والے عمر (رضی اللہ عنہ) کو معاف کر دے۔'' (نسیم الریاض)

قاضی عیاض ''الشفاء'' میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بیٹھ گئے اور دیر تک روتے رہے۔ بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے چند دِن بعد تک صاحبِ فراش رہے۔ (رحمۃ للعالمین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا کہ کفارِ مکہ سے مذکرات کریں۔ کفار بضد تھے کہ اس سال حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ نہیں آنے دیں گے نہ حج کرنے دیں گے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہٗ اس سلسلہ میں مذکرات کرنے مکہ پہنچے تو قریش نے کہا کہ آپؓ پہلے بیت اللہ کا طواف کرلیں۔
تو اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طواف نہ کرلیں۔'' (الشفا)

اے مکہ والو! تم کو کعبہ پر ناز ہے۔ لیکن عثمانؓ کو اپنے کعبہ پر۔ کہ جب تک میرا محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کعبہ کا طواف نہیں کرے گا میں بھی اس وقت تک طواف نہیں کروں گا کیونکہ ہم تو کعبے کو کعبہ مانتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وساطت سے ہیں۔

شریعت اجازت دے رہی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ روانگی کے وقت طواف سے منع نہیں فرمایا، قریشِ مکہ کی طرف سے بھی ممانعت نہیں ہے۔ سات سال کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کو کعبہ کا دیدار نصیب ہورہا ہے پھر کون سی چیز طواف سے روک رہی ہے؟ سادہ جواب ہے! عشق! جب محبوب ساتھ نہیں تو طواف کا کیا مزا؟ جب کعبے کا کعبہ ساتھ نہیں تو کعبے کے طواف کا کیا مزا؟ اس لیے طواف کیے بغیر واپس چلے آئے۔

اب دوسری طرف ملاحظہ فرمائیں محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے محبّ کے عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ صحابہؓ میں سے کچھ نے کہا کہ عثمانؓ کتنے خوش نصیب ہیں کہ سفیر بن کر مکہ گئے ہیں اس طرح انہیں طوافِ کعبہ کا موقع مل جائے گا۔ جب یہ بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''عثمانؓ میرے بغیر طواف نہیں کرسکتا۔''

عثمانؓ کیسے طواف کرسکتے تھے کہ ان کا کعبہ تو ''حدیبیہ'' کے مقام پر جلوہ آرا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک غزوہ کے دوران کسی کام کے لیے بھیجا، وہ واپس پہنچے تو حضورِ اکرم ﷺ نمازِ عصر ادا کرچکے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

علیؓ! میں تھکن محسوس کر رہا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ عصر ادا نہ کی تھی اور آپ کرم اللہ وجہہ کی نمازِ عصر رہتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے سونے کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں یہ عرض نہ کیا کہ آقا! انتظار فرما لیجیے' میری عصر کی نماز رہتی ہے وہ ادا کر لوں پھر خدمت میں حاضر ہوں گا۔ بھلا وہ ایسا عرض بھی کیوں کرتے؟ وہ تو متلاشی ہی اس بات کے رہتے تھے کہ کسی انداز سے ہی سہی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب اور خدمت کا موقع نصیب ہو جائے۔ آج تو ان کی گود کو حضور ﷺ کا سرِ انور نصیب ہو رہا تھا۔ نہ ہی حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ علی! سفر سے آئے ہو نماز بھی پڑھ لی ہے یا نہیں؟

ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے کہ ادھر سورج اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب کے قریب جا پہنچا۔ جب آپ کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخِ زیبا پر۔ کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی سراپا طلوع آفتابِ رسالت کو دیکھتے۔

آپ اندازہ کریں کہ جن کی زندگی بھر کبھی نماز قضا نہ ہوئی ہو اندریں حالات ان کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی۔ ایک ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں کہ نماز کی فکر تک سے تہی دامن ہیں اور ایک وہ ہیں کہ نماز چھوٹ جانے کے تصور سے بھی بے چین ہوئے جا رہے ہیں۔ ہمیں تو ان پر بیتنے والی کیفیات کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جن کے بیٹوں کے مقدر میں نیزوں پر چڑھ کر بھی قرآن پڑھنا اور تلواروں کے سائے میں نماز ادا کرنا رقم ہو وہی بتا سکتے ہیں کہ نماز کیا ہے، اس کی اہمیت کیا ہے اور مومنانہ زندگی میں اس کا مقام کیا ہے؟

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سورج ڈوب رہا ہے تو چشمانِ مقدس سے آنسو بہہ نکلے' آقا ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ غلام پریشان ہے اور رو رہا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ عرض

کیا آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا ''قضا پڑھ لو'' غلام نے حضور اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کی غلامی میں نماز جائے اور قضا پڑھوں؟ اگر اس غلامی میں گئی ہوئی نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آقا ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ نماز ادا ہی پڑھنا چاہتے ہیں تو سرکارِ دو عالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ اقدس دعا کے لیے بلند کر دیئے اور کلمات عرض کیے:

❁ اللھم ان علیا کان فی طاعتك وطاعت رسولك (مدارج النبوۃ، الصواعق المحرقہ)

ترجمہ: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے (کہ ان کی نماز قضا ہو گئی۔ ان کی نماز ادا کروا)۔

امام ابنِ حجر مکی نے ''الصواعق المحرقہ'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس حدیث پر گفتگو کی ہے۔ اس کی روایت کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس پر جرح و بحث کے بعد تمام اعتراضات کا جواب دے کر اس کی تصریح کی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت تو نماز کا وقت پر پڑھنا ہے نہ کہ قضا کر دینا جیسا کہ واضح ارشادِ خداوندی ہے:

❁ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء۔103)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۔

نماز کو وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہو گئی ہے، اس کے باوجود بھی آقا علیہ السلام اس قضا کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ! کیا آرام اللہ کا تھا؟ نہیں، وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں، وہ تو نیند سے پاک ہے۔ آرام حضور ﷺ کا تھا، نیند حضور اکرم ﷺ کی تھی۔ علی رضی اللہ عنہ کی نماز آقا ﷺ کی نیند پر قربان ہو گئی۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ آقا ﷺ فرماتے کہ اے اللہ! علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں مصروف

تھے کہ نماز کا وقت نکل گیا' مگر یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: ''اے اللہ! علیؓ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے'' چنانچہ اطاعت کا مفہوم بھی خود حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے واضح ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی نوکری و خدمت جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے' مصطفیٰ ﷺ کی خدمت بھی اللہ کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ آقا ﷺ کی خدمت میں مصروف تھے اس لیے ان کی قضا بھی اطاعتِ الٰہی قرار پائی۔

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لیے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ کی جانب کھنچا آرہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے نمازِ عصر ادا کر لی۔

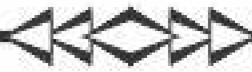
حضور اکرم ﷺ کی غلامی ہی رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ یہ مشرب فقط علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہٗ کا ہی نہ تھا بلکہ حضور ﷺ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔

خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہم نے جان لیا کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت میں یکساں طور پر محبت اور عشق سے سرشار تھے۔ اسی انداز سے ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا مشرب جان لیا اور ان کا اپنے آقا ﷺ کے ساتھ عشق کا منظر بھی دیکھ لیا' کیا ان میں کوئی فرق ہے؟ نہیں! ہمیں بھی ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم میں کوئی فرق نہیں ڈالنا چاہیے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ' عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ہی باغ کے پھول تھے' ایک ہی گلشن کی کلیاں تھیں اور ایک ہی سورج کی شعاعیں ہیں۔ ان کا عقیدہ ایک تھا' مشرب ایک تھا' طریقہ ایک تھا یہ فرق اور تفرقے ہم نے ڈال رکھے ہیں۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیاتِ عشق و مستی کے چند نمونے ہیں جو آج کے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اس دور میں بعض علماء کرام نے عشق و مستی کے یہ نمونے عوام کی نگاہ سے اوجھل کردیئے ہیں۔ ''روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کو مسلمان کے بدن سے نکالنے کا موجب غیر نہیں اپنے بنے ہیں۔ بعض نے ''عشق'' کے اس مرتبہ کو شرک تک کا نام دے دیا ہے اور یوں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہماری روح کے تعلق کو منقطع کردیا ہے۔ قارئین کرام آپ ذرا یہ تو سوچیں کہ دین و ایمان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن بلندیوں تک پہنچے اُن بلندیوں تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو یہ عمل کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق و مستی میں گم اور ہمارے لیے یہ شرک اور بدعت! عشق کے بغیر اعمال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہی ہمارے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم دوسروں کی باتوں کو سنیں اور اُن پر عمل کریں۔ آج مسلمان اگر پستی کا شکار ہیں تو اسی وجہ سے کہ ایمان کامل نہیں ہے اور اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اصل میں ایمانِ کامل ہے۔ جس شخص کے دِل میں اپنی جان، والدین، اولاد، بیوی، کاروبار، گھربار غرض تمام محبتوں سے زیادہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سما جائے اُس محبت کو عشق کہتے ہیں۔ یعنی عشق باقی تمام محبتوں کو جلا کر راکھ کردیتا ہے۔ یہی عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایمانِ کامل ہے۔



باب 11

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝ (الانشرح۔4)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر بلند فرما دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر بلند کر دیں گے یا کر دیا جائے گا بلکہ فرمایا ''کر دیا ہے۔'' کب سے کر رہا ہے؟ جب سے اللہ تعالیٰ موجود ہے اور کب تک بلند رہے گا؟ جب تک اللہ تعالیٰ موجود رہے گا۔ وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا! اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اُس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی عمر کے متعلق بتایا کہ وہ اپنی عمر تو نہیں جانتے بس اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات کے چوتھے پردہ میں ستر ہزار سال بعد ایک نوری تارا ظاہر ہوتا ہے اور انہوں نے اُسے بہتّر ہزار بار دیکھا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ''اے جبرائیل' وہ تارا میں ہی ہوں۔''

پھر کہاں کہاں بلند فرما دیا! کیا صرف اس دنیا میں؟ کیوں؟ وہ خود ''ربّ العالمین'' ہے اور اس کا محبوب ''رحمتہ اللعالمین'' ہے لہٰذا جتنے عالمین (جہان) اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے وہ اُن کا ربّ

ہے اور اُن تمام جہانوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں۔ اسی لیے ان تمام عالمین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بلند فرما دیا ہے۔ عالم (جہان) کتنے ہیں یہ تو ہمارے حدِ ادراک سے باہر ہے اور اُن تمام میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر بلند ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت اور ذکر کی بلندی کو سمجھنا عقل و فہم سے بالاتر ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ لَكَ یعنی ''آپ کے لیے'' اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمیں کسی کی کیا پرواہ ہے؟ کوئی خوش ہو یا ناخوش، راضی ہو یا ناراض ہم تو مالک ہیں بے نیاز ہیں، ہر کوئی ہمارا محتاج ہے ہم کسی کے محتاج نہیں۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بات آتی ہے تو آپ کا ذکر بھی اس لیے کرتا ہوں کہ آپ راضی ہو جائیں۔

یہاں پر بلندی اضافی امر ہے۔ جیسے سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگ ان لوگوں سے بلند ہوتے ہیں جو زمین پر بیٹھے ہوں اور جو لوگ مکان کی چھت پر ہوں ان لوگوں سے بلند ہوتے ہیں جو سٹیج پر ہوں علیٰ ہذا القیاس۔ ہر بلندی اضافی امر ہے چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں چیز 'بلند' ہے تو فوراً ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کے مقابلے میں بلند ہے؟ اور اگر مقابلے میں کسی چیز کا ذکر نہ ہو تو بلندی سمجھ میں نہیں آتی، بنابریں بلندی ایک اضافی امر ہے لیکن اس آیت کریمہ میں مطلق بلندی مذکور ہے۔

عقلِ انسانی سوال کرتی ہے کہ باری تعالیٰ کس کے مقابلے پر بلند کر دیا؟ کیونکہ مقابلے میں تو کسی چیز کا ذکر نہیں۔ اس لیے وہ ذات کہتی ہے کہ میرے محبوب کے مقابلے میں تو کوئی ہے ہی نہیں، کس کا ذکر کیا جائے۔ یہاں مطلق ارتفاع ہے مطلق بلندی ہے۔ دو چار دس، پندرہ، سو ہزار، کروڑ، ارب، کھرب الغرض گنی چنی چیزیں نہیں جن کا ذکر کر کے بتایا جائے کہ ان کے مقابلے میں بلند کیا ہے۔ جب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر تمام موجوداتِ عالم سے بلند کر دیا تو اب کس کا ذکر کرو کوئی لائقِ تذکرہ ہے ہی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس حقیقت

کی وضاحت کر رہی ہے کہ کائنات میں کوئی شے ایسی نہیں جس سے حضور نبی مکرم ﷺ کا ذکر بلند تر نہ ہو کیونکہ فرمایا ''محبوب ﷺ ہم نے تمہارا ذکر ہر شے سے بلند کر دیا۔'' اب بتائیے آپ کی عقل، آپ کا علم، آپ کا مطالعہ، آپ کے مناظرے، مجادلے، استدلال اور آپ کے عقلی نقلی دلائل، تحریریں، بیان، کلام وغیرہ یہ سب لفظ ''شے'' کے دائرے میں آتے ہیں کہ نہیں؟ جب یہ سب کچھ لفظ ''شے'' کے دائرے میں آتا ہے تو فرمانِ الٰہی کا مفہوم یا مطلب یہ ہوا کہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ تمہارے علم سے بھی بلند ہے اور تمہاری عقل سے بھی، تمہارے فکر و بصیرت سے بھی بلند ہے، تمہارے ادراک سے بھی بلند ہے اور تمہارے مطالعوں سے بھی، تمہاری کتابوں سے بھی بلند ہے اور تمہارے مناظروں سے بھی۔ عمر بھر تم پرواز کرتے رہو تمہاری پرواز جہاں جا کر ختم ہو گی میرے محبوب ﷺ کا ذکر اس سے بھی بلند ہے۔ غرضیکہ ''حضور اکرم ﷺ کا مقام یہ ہے اور یہ نہیں ہے'' کی بحث میں پڑنا نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کو متعین کرنے کے مترادف ہے جو سراسر ضلالت و گمراہی اور جہالت ہے۔ (ایمان کا مرکز و محور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ)

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ اپنے ذکر کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو فرض کر دیا ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

لَا اُذۡکَرُ فِیۡ مَکَانٍ اِلَّا ذُکِرۡتَ مَعِیَ یَا مُحَمَّدُ مَنۡ ذَکَرَنِیۡ وَلَمۡ یَذۡکُرۡکَ فَلَیۡسَ لَہٗ فِی الۡجَنَّۃِ نَصِیۡبٌ (درمنثور جلد 6 صفحہ 401)

ترجمہ: اے محمد! (ﷺ) جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ (ﷺ) کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ جس نے میرا ذکر کیا مگر آپ (ﷺ) کا ذکر نہ کیا، جنت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی کی سب سے بڑی مثال ایک دن میں پانچ وقت کی اذان ہے۔ موذن جب اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اعلان کرتا ہے اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ساتھ ہی

اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی رسالت کا اعلان بھی کرتا ہے: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللهِ۔ جاننے والے جانتے ہوں گے کہ اذان وہ اسلامی شعار ہے جو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے کونے کونے میں ہر لمحہ گونجتی رہتی ہے۔ وہ یوں کہ سب سے پہلے طلوعِ سحر سیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں طلوعِ سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ تک جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ملایا کے بعد برما کی باری آجاتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں شروع ہو جاتا ہے مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں اذانیں حجازِ مقدس یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران میں شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ ہے اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا

ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہوتا ہے مغرب کی اذانیں سیلز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ کی کبریائی اور رسول اللہ کی مصطفائی کا ڈنکا نہ بجا رہے ہوں اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔ یہ ہے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کی ایک کیفیت اور ثبوت۔

نماز اسلام کا اہم رکن اور دن کے پانچ اوقات میں فرض ہے اور ہر نمازی ہر نماز میں تشہد میں آپ ﷺ پر سلام اور درود بھیجتا ہے یعنی نماز بھی آپ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

پھر درود وہ ذکر اور عبادت ہے جو ہر عبادت کو بارگاہِ الٰہی میں مقبول بناتی ہے' کیونکہ ہر فرقہ اور مسلک کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر دعا یا کسی عبادت کے اوّل آخر درود شریف پڑھ لیا جائے تو عبادت اور دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ پس فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگنا ہے تو پہلے میرے محبوب پر درود بھیجو۔ میرے محبوب کا ذکر کرو۔ پھر قبول کروں گا۔ یہ ہے ایک اور طریقہ محبوب کے ذکر کو بلند کرنے کا۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کے مطابق بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''میری حقیقت میرے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر اور تعریف عبادت ہے اور درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کا دوسرا نام ہے۔ درود پاک تاجدارِ انبیاء محبوبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں نذرانہ عقیدت' عظمتِ شان' ایمانِ کامل کا اعلان، اوصافِ جمیلہ کی تعریف وتوصیف' لامتناہی محبت وعقیدت اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعزاز واکرام کا دوسرا نام ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

۞ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب۔56)

۞ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

یہ وہ واحد عبادت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے آپ کو شامل کر لیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے تین ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہلِ ایمان۔ حضورِ اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم ﷺ کے ذکر کو بلند کر رہا ہے۔

۲۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کے دینِ مبارک کو غلبہ عطا فرما رہا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کو منسوخ کر کے اپنے محبوب ﷺ کی شریعتِ مبارکہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برقرار رکھنے کا اعلان فرما دیا ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ تا قیامت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اداؤں کو جمیع اہلِ ایمان کا عمل اور مدارِ نجات اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دے رہا ہے۔

۴۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اقدس ﷺ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ رہے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وللاخرہ خیر لك من الاولی** ترجمہ: اور بعد میں آنے والا ہر لمحہ آپ ﷺ کیلئے پہلے لمحے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔

۵۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ شفاعت و وسیلہ عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''محبوب سوال کرو ہم آپ ﷺ کو عطا کریں گے، شفاعت کرو ہم آپ ﷺ کی شفاعت قبول کریں گے۔'' (مسلم شریف)

۶۔ اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلہ سے ''دیدارِ حق تعالیٰ'' کی نعمت مومنین کو عطا فرما رہا ہے۔

فرشتوں کی طرف سے آپ پر درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے۔

اہلِ ایمان کی طرف سے درود کا بھیجنے مطلب بھی اللہ پاک کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بلند کرنے کی التجا ہے۔ یعنی اہلِ ایمان پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ جب میں اپنے محبوب ﷺ پر برکات کا نزول کرتا ہوں اور میرے فرشتے آپ ﷺ کی شان میں تعریف کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے محبوب کی تعریف کرو۔

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے جس کے تین معانی ہیں پہلا محبت اور عشق کی بنا پر رحمت کرنا یا مہربان ہونا۔ دوسرا تعریف و توصیف کرنا۔ تیسرا التجا کرنا۔ لہٰذا جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے پہلا اور دوسرا مطلب مراد لیے جائیں گے۔ لیکن جب صلوٰۃ کا لفظ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے بولا جائے گا تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا اور التجا کرنا لیا جائے گا۔

سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مطلب نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں سلام پیش کرنا ہے۔ مومنین کو درود کے ساتھ ساتھ آقا پاک ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کا بھی حکم ہے اور سلام اسے کیا جاتا ہے جو سامنے موجود ہو لہٰذا اس سے ''حیات النبی ﷺ'' کا ثبوت دینا بھی مقصود ہے۔

اگرچہ مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ میں ہمیں صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم اعترافِ عجز کرتے ہوئے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ یعنی اے اللہ تو ہی اپنے محبوب کی شان اور قدر و منزلت کو صحیح

طرح جانتا ہے اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر صلوٰۃ و سلام بھیج جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شایانِ شان ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کو اس طرح بھی بلند کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کا ایک ایک پہلو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ایک ادا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ایک قول، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ایک عمل محفوظ فرما دیا اور اُن کی اتباع ہر مسلمان پر لازم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مبارکہ پر جتنی کتب تحریر ہو چکی ہیں اتنی آج تک کسی انسان پر تحریر نہیں ہوئیں اور ہر لمحہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ تحریر ہو رہی ہیں۔ دنیا کی ہر زبان میں ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ غیر بھی جب تعصب کی عینک اتار کر کائنات کی سو شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں تو سب سے پہلی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرار پاتی ہے' یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرنا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ایک حکم، ایک ایک عمل کو سنتِ مبارکہ کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جب کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتِ مبارکہ پر عمل کرتا ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہی بلند کر رہا ہوتا ہے۔

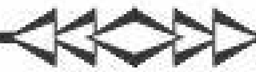
پھر اللہ نے صرف اپنے حبیب کا ذکر ہی بلند نہ کیا بلکہ جس نے بھی اللہ کے حبیب کو اپنا محبوب جانا' اس کا بھی ذکر بلند کیا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ویسے بھلا کون جانتا اور مؤذنِ اسلام بلال رضی اللہ عنہ کو کون مسلمان نہیں جانتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی شہرت اگر ہوتی بھی تو صرف اپنے اپنے قبیلے، علاقے یا زمانے تک محدود رہتی لیکن یہ اس دُرِّ یتیم کی مقناطیسی قوت اور کیمیا گری ہی کا اثر تھا کہ جو بھی کھنچا چلا آیا' نام پا گیا اور جو جتنا قریب آتا گیا اس کے نام کو اس جہاں میں اتنی ہی جِلا ملی اور دو جہاں میں اتنا ہی اونچا مقام ملا۔ خطاب کا بیٹا ننگی تلوار سونتے قتل کرنے آتا ہے لیکن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے اپنے خدا سے دین کی سربلندی کے لیے مانگ لیا ہے۔ تلوار نیام میں چلی جاتی ہے اور پھر جب نکلتی ہے تو اسلام کی تلوار بن جاتی ہے' آدھی دنیا پہ چھا جاتی ہے اور رہتی دنیا تک یاد رکھی جاتی ہے۔ عمر بن خطاب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن

جاتے ہیں اور دنیا کی تاریخ کے عظیم ترین حکمرانوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف مقناطیسیت ہی نہیں' یہ علمِ اکسیر ہے یعنی عام دھات کو سونا بنانے کا عمل' عام انسان کو خاص بنانے کا عمل' انسان تو انسان، جن دشوار گزار پہاڑوں اور غاروں میں قیام کیا' انہیں بھی نہ صرف لازوال شہرت عطا کی بلکہ زیارت گاہِ خاص و عام بنا دیا۔ یہ وہ پہاڑ تھے کہ نہ ہمالیہ کی طرح بلند تھے کہ بلندی کی بناء پر نام پاتے، نہ کوہِ مری یا ایلپس کی طرح خشک اور سرسبز کہ صحت افزا مقام بن کر انسانوں کے کام آتے۔ ان کی اگر کوئی صفت ہے تو صرف اور صرف یہ کہ ایک بلند مرتبہ یتیم نے ایک خاص وقت میں یہ دُور افتادہ غار اپنے قیام کے لیے چنے اور اسی انتخاب نے کسی بے نام غار کو حرا اور کسی بے نور غار کو ثور کا نام دے کر رہتی دنیا تک ان کا نام بلند کر دیا۔ لوگ تو چودہ برس گزرنے کے بعد اپنے باپ دادا تک کو بھول جاتے ہیں اور یہاں چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی انسانوں اور غاروں کے ناموں کو شہرت ہی نہیں' کھربوں انسانوں کی عقیدت' بلکہ محبت حاصل ہے۔ مجھے کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر معجزہ کیا ہوتا ہے اور ہمیں مافوق الفطرت واقعات میں معجزے تلاش کرنے کا خیال ہی کیوں آتا ہے؟

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جس زمانہ میں جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرب حاصل کیا اور جتنا قریب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا محبوب بنایا، خود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں فنا کر دیا وہ اللہ کا ولی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محبوب ہو گیا اور اس کا نام بھی بلند ہو گیا۔ اگر نہیں اعتبار تو صدیوں سے قائم اولیاء اللہ کے مزارات کو دیکھ لیں کہ دشمن جتنی مخالفت کرتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ذکر اتنا ہی بلند ہوتا جا رہا ہے۔

''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کا اس سے بڑا جیتا جاگتا اور سکہ بند ثبوت بھلا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ ذکر کل بھی بلند تھا' آج بھی بلند ہے اور کل بھی بلند رہے گا۔ یہ ذکر ازل سے بلند ہے اور ابد تک بلند رہے گا۔ یہ ذکر اس گھڑی تک بلند رہے گا جب تک اللہ کا نام بلند ہے اور اس وقت تک موجود رہے گا جب تک اللہ موجود ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس ذکر کو بلند کرنے کے لیے

بلند آواز ضروری نہیں، بلند دعویٰ درکار نہیں، جو بھی صدقِ دل اور صحیح عقیدے سے ایک بار خود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وابستہ کر لے گا، وہ بھی بلند ہو جائے گا۔ یہ ذکر بلند سے بلند تر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، کیونکہ اس کی جبلت میں بلند ہونا ہے اور اپنے وابستگان کو بھی بلند سے بلند تر کرنا ہے اور کرتا رہے گا، کیونکہ اسے بلند کرنے کا ذمہ اس نے لیا ہے جو کائنات کی ہر شے سے بلند و برتر ہے۔



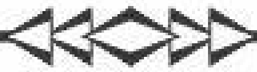
استفادہ کتب

1۔ قرآن کریم

2۔ کتب احادیث (حوالہ جات کتاب کے اندر موجود ہیں)

نام کتاب	مصنف	مترجم/شارح	ناشر/ادارہ
1. مرآۃ العارفین	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	عنبرین مغیث سروری قادری	سلطان الفقر پبلیکیشنز لاہور
2. سرّ الاسرار	سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری	قادری رضوی کتب خانہ
3. رسالۃ الغوثیہ	ایضاً	حضرت غلام دستگیر القادری	حضرت دستگیر اکیڈمی دربار سلطان باھُوؒ جھنگ
4. شجرۃ الکون	شیخ اکبر حضرت علامہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	علامہ صوفی محمد صدیق بیگ قادری	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد
5. فصوص الحکم والایقان	ایضاً	(i) محمد ریاض قادری (ii) مولانا عبدالقدیر صدیقی	علم و عرفان پبلیشرز لاہور نذیر سنز لاہور
6. فتوحاتِ مکیہ	ایضاً	علامہ صائم چشتی	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد
7. رسالہ روحی شریف	سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ	مصنف کتاب ہذا	سلطان الفقر پبلیکیشنز لاہور
8. سلطان الوھم	ایضاً	حماد الرحمٰن سروری قادری	ایضاً
9. عین الفقر	ایضاً	فقیر الطاف حسین	شبیر برادرز لاہور
10. کلید التوحید کلاں	ایضاً	سید امیر خان نیازی	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُو جھنگ

نام کتاب	مصنف	مترجم/شارح	ناشر/ادارہ
11. شمس العارفین	سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ	سید امیر خان نیازی	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو جھنگ
12. مجالسۃ النبی	ایضاً	ایضاً	ایضاً
13. انسانِ کامل	سیّد عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ	فضل میراں (مولوی فاضل)	نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
14. شمس الفقرا	مصنف کتاب ہذا		سلطان الفقر پبلیکیشنز لاہور
15. سرِّ دلبراں	شاہ سیّد محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ		الفیصل ناشران تاجران کتب لاہور
16. تذکرہ غوثیہ	ملفوظات غوث علی شاہ قلندر پانی پتی		مشتاق بک کارنر الفیصل مارکیٹ لاہور
17. کلیاتِ اقبال (اردو)			



آقائے دو جہان محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ومقدسہ، کہ جس کا ذکر بلند کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے، پر آج تک بے شمار کتب اور انفرادی مضامین تحریر کیے جا چکے ہیں جن میں آپ ﷺ کی شان اور حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو کا احاطہ کیا جا چکا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کے حالات، ولادت کے حالات، بچپن، شباب، بعثت، جدوجہد، حسن واخلاق، معراج، اسلامی فلاحی ریاست کا قیام غرضیکہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات کا کوئی پہلو تشنہ تحریر نہیں رہ گیا۔ لیکن آپ ﷺ کی باطنی حیات اور حقیقت پر اب تک کوئی جامع تحریر، کتاب سامنے نہیں آسکی، حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے مظہرِ اُتم ہیں۔ اس پُرفتن دور میں آپ ﷺ کی حقیقت کو عوام الناس کی نظروں سے ظاہر پرستوں نے اوجھل کر دیا ہے اس لیے حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے عام مسلمان تو دور کی بات خواص بھی ناواقف ہیں اور بعض تو منکر ہیں۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی تصنیف ''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' میں محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی باطنی حیات اور حقیقت کے ان پہلوؤں سے نقاب کشائی کی ہے جن پر اب تک کوئی اتنی جامع تحریر موجود نہیں ہے۔ اگرچہ صوفیاء کرام نے آپ ﷺ کی باطنی حقیقت کے متعلق اپنی تصانیف میں اشارۃً ذکر فرمایا ہے لیکن اس کو وضاحت کے ساتھ اور آسان زبان میں پہلی بار حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی اس کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ جب تک آپ ﷺ کی باطنی حقیقت یعنی حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے آگاہی حاصل نہ ہو، آپ ﷺ کی شان اور اللہ کے ہاں آپ ﷺ کے مقام سے صحیح طور پر آشنا نہیں ہوا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس باکمال تصنیف میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے بیان کے بعد جب آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے دیگر پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے تو بہت اعلیٰ طریقہ سے حقیقتِ محمدیہ ﷺ واضح ہو جاتی ہے۔

''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' تمام مسلمانوں خصوصاً عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنے محبوب آقا ﷺ کے ساتھ اپنا نورانی و روحانی تعلق قائم کرنے کا خاص الخاص اور نایاب ذریعہ ہے۔

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

A/5-4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

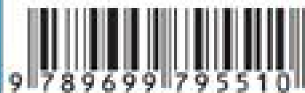
Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766

www.Sultan-Bahoo.com, www.sultan-ul-arifeen.com

www.sultan-ul-faqr-publications.com

E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-9795-51-0



Rs: 399

حقیقتِ محمدیہ

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین، خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس